بغیر اجازت کوئی نہ چھاپے

يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجٰت

الحمد للہ کہ دریں آوان برکت نشان کتاب

احکام المرام

باحیاء ماثر علماء الاسلام

خادم الفقہاء والمحدثین حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے تصنیف

کرکے بسلسلہ رسالہ الہادی شائع کی

سنہ ۱۹۰۶ء

مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ

بار اول — تعداد جلد (۷۰۰) — قیمت

احکام المرام

باحیاء مآثر علماء الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اکرمنا بالنعماء والآلاء وانار قلوبنا بانوار العلوم وارونا بامطار الفیوض من السماء وجعل العلماء ورثۃ الانبیاء واشہدھم علی توحیدہ واقام بہم الحجۃ علی خلقہ وقال انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء فکفی بذلک فضلہم علی ملوک الدنیا ورؤساء السفہاء والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا محمد ص الف الانبیاء وعین الاصفیاء الذی اقام معالم الہدی وانار مسالک التقی لاہل النہی فویل لمن اعرض عنہ وتولی وعلی الہ واصحابہ الذین اقتبسوا من انوار النبوۃ فصعدوا مصاعد الکمال ومدارک العلاء اما بعد فیقول العبد الضعیف سمی خلیل اللہ الحنیف ان اہم علم تشد الیہ الرحال وتمد الیہ اعناق الرجال ہو معرفۃ العلماء اولی الفضل والکمال فاردت ان ادون فی ذلک کتابا یکون تبصرۃ للطالب المبتدی وتذکرۃ للراغب المنتہی لیکون لہ دلیلا علی صدق النبوۃ المحمدیۃ صلی اللہ علیہ وعلی من تبعہ بالاخلاص وحسن النیۃ + وما توفیقی الا باللہ +

اس امر کی تسلیم سے کسی شخص کو گریز نہیں کہ انسان کا کمالِ انسانی اور شرافت وبزرگی اُسکے علم و عقل کے سبب ہی جسکی کسوٹی پر اپنے مشاہدات وتجارب کو پرکھ کر صحیح نتائج نکالتا اور آئندہ نسلوں کے لئے عمدہ اصول وضع کرتا ہے اور اپنے آثار زمانوں تک باقی چھوڑتا ہے۔ اسی لطیف جوہر اور شریف ہنر کے ذریعے اپنے خالق کی حقیقی معرفت اور حقائق اشیاء کی سچی شناخت حاصل کرکے روحانیت کے اعلیٰ مراتب پر پہنچتا اور نجات ابدی اور سعادت سرمدی پاتا ہے عقل وعلم کا انعام کسی قوم اور کسی زمانے سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر قوم اور ہر مذہب اور ہر زمانہ کے لوگوں کو اس بیش بخشش سے کم وبیش حصہ ملتا رہتا ہے۔ یہ دیگر امر ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص زمانہ میں اس وصف کے ماہر اور کامل اُستاد کثرت سے پائے جائیں۔ ایسے علما حقیقت میں قوم کے فخر اور ملت کے شرف کا باعث ہوتے ہیں۔ اور اگر زیادہ فراخدلی سے پوچھو تو تمام بنی نوع کے لئے موجب عزت ہوتے ہیں۔

اگرچہ ہم نے یہ کہا ہے کہ یہ عمدہ ہنر جسے علم کے عزیز لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے کسی قوم و ملت سے مخصوص نہیں لیکن چونکہ اس کتاب کے لکھنے سے دین اسلام کے متعلق ایک مذہبی امر مقصود ہے۔ اسلئے غیر مذاہب کے علماء کا ذکر چھوڑ کر صرف علمائے اسلام کا ذکر کیا جاتا ہے جنکی زندگی کے پاک حالات اور سچے واقعات محققین کی کتابوں میں منقول ہیں۔ اور اُنکے علمی اور حقانی فیوض زمانہ میں باقی ہیں۔

اس کتاب کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ اسلامی علماء کے علم وفضل اور اُنکے تقوی اور دیانت سے اُنکے ہادی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر استدلال کیا جائے۔

علمائے اسلام کے علم وفضل اور اُن کی تقوے اور دیانت کا تصدیق نبوت محمدی کے لئے معتبر ہونا اس طرح سے ہی کہ رسول اللہ صلعم نے نہ کسی زمینی اُستاد اور

معلم کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے اور نہ کسی بشر سے دینی اور دُنیاوی علوم حاصل کئے کر اپنی علمی لیاقت سے ریفارمر (مصلح) بنکر ایک عالم کو اپنے پیچھے لگا لیا ہو۔ بلکہ آپ یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے اور چھ سال کی عمر میں والدہ کے فوت ہو جانے پر اپنے دادے کی کفالت میں آئے اور آٹھ سال کی عمر میں جب دادا بھی فوت ہو گیا تو اپنے چچے کے زیر سایہ پرورش پانے لگے۔ بس اسی طرح آپ کو علم حاصل کرنیکا کوئی موقع نہ ملا۔ اس امر کو ہمنے تاریخ نبوی میں کچھ بسط سے ذکر کیا ہے۔ طالب تفصیل اسکا مطالعہ کرے۔

علم حاصل نہ کرنیکے یہ صرف ظاہری اسباب ہیں مگر باطن میں ان اسباب کے متعلق مشیت ایزدی کا ایک بھاری راز تھا۔ وہ یہ کہ ارادہ ازلی نے آپکو کل جہان کا معلم اور تمام دُنیا کا رہبر بنانا تھا۔ اور چونکہ باکمال علما اپنی علمی لیاقت سے ایسے بہت سے کارآمد اصول اور حکیمانہ قواعد مقرر کر سکتے ہیں اور نئی نئی اصلاحیں اور ایجادیں نکال سکتے ہیں جن سے ابنائے زمان میں اُنکا شہرہ بلند ہوتا ہے۔ اور پچھلے زمانوں تک انکی علمی تحقیقات بڑی قدر سے دیکھی جاتی ہیں اور کثیر التعداد لوگوں کی زبان پر اُن کی تعریف و مدح کے کلمات جاری رہتے ہیں مگر ساتھ اسکے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان باکمال عالموں اور فاضلوں کے علوم اور اُنکی عمدہ یادگاریں عالم اسباب سے ہرگز تجاوز نہیں کرتیں اور تعلیم ربانی اور وحی آسمانی سے اُنکو کوئی نسبت و رابطہ نہیں ہوتا اسلئے مشیت ایزدی نے ہرگز نہ چاہا کہ آپکا کوئی اُستاد جنس بشر سے ہوتا کہ آپکے حقانی علوم اور سچی تعلیم اور مسلّم ظفر و کامیابی ایسے علماء کے حالات سے ملتبس نہو جائے جو ایک دوسرے سے علم حاصل کرتے ہیں اور نیز کسی شخص کو وہم بھی نہ گزرے کہ آپ صلعم صرف اپنی علمی لیاقت اور دماغی قوت سے تعلیم کرتے ہیں اور اسکا رشتہ وحی الٰہی سے وابستہ نہیں ہے۔

پس چونکہ باوجود آپکے اُمّی ہونے کے دُنیا کے بیشمار علماء و فضلاء جنکا علم و فضل مخالفین و موافقین میں مسلم ہے۔ اور تقویٰ اور دیانت اور روحانی کمالات میں ضرب المثل ہیں

آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے اور آپ کے تعلیم کردہ علوم وصول سے ہمیشہ فیض اٹھاتے رہتے ہیں اور آپ کی تعلیم کے مطابق اعتقاد رکھنے اور عمل کرنیکو موجب سعادتِ دنیا و آخرت یقین کرتے ہیں اسلئے اس امر کے تسلیم کرنیمیں ہرگز شک تردد نہ چاہئے کہ آپؐ کی تعلیم وحی الٰہی سے ہے اور آپ **نبی برحق**۔ ورنہ اسقدر جید عالم و فاضل آپؐ پر ایمان لانے اور اسپر ثابت قدم رہنے کو ضروری نہ جانتے۔ اس مضمون کو ان مختصر الفاظ میں سمجھ لو کہ آنحضرت صلعم اپنے تابعداروں میں سے علمائے عظام اور صوفیائے کرام کو اپنی نبوت کی تصدیق کے لئے دائمی طور پر ایک زندہ نشان یا نمونہ چھوڑ گئے ہیں۔

انبیا علیہم السّلام کو **علمی اور عملی** دونوں طرح کے کمالات فطرۃً حاصل ہوتے ہیں اور بشری تعلیم و تادیب کو اس میں ہرگز دخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کی تربیت خاص عنایت ایزدی کے متعلق ہوتی ہے جسنے انکو جہان کی رہبری اور دنیا کی اصلاح کے لئے منتخب کیا ہوتا ہے پس ان حرکات و سکنات اور افعال و اقوال ابتدا ہی سے ایسے عجیب طریق پر واقع ہوتے ہیں کہ ان کی نبوت کی زندگی پر شہادت دے سکیں +

ان علمی اور عملی کمالات میں سے ہر ایک کی کئی شاخیں ہیں جو انکے پیروں میں حسب تعداد تقسیم ہوتی ہیں۔

علمی کمالات ان امور کے متعلق ہیں۔ توحید وغیرہ صحیح اعتقادوں اور شریعت یعنے احکام الٰہی کی تعلیم کرنی جن سے اپنے سچے معبود کے ساتھ اعتقاد و ایمان صحیح رہے اور اس کی ناراضگی کے اسباب سے بچے رہکر اس کی رضا کی طلب کیجائے (۳) مخالفین کے مقابلہ میں دین حق کی تحقیق میں دلائل بیان کرنا اور شرک وغیرہ باطل اعتقادوں کی تردید و مذمت کرنا جن سے انپر حجت پوری کیجائے (۴) اصلاح نفس اور تدبیر منزل اور سیاست ملک کے قوانین و ضوابط کی تعلیم کرنا جن سے دنیا میں امن و آسائش قائم رہے اور ظلم و تعدی راہ نہ پائے +

اسی طرح عملی کمالات کی شاخیں یہ ہیں:۔(۱) نعمت و انعام پر شکر کرنا اور منعم حقیقی کی طرف متوجہ رہنا (۲) رنج و بلا کیوقت صبر و استقلال سے قایم رہنا اور فتنہ و مصیبت میں مطلقاً نہ گھبرانا (۳) حاجت کیوقت صرف مربی حقیقی مالک الملک کی طرف رجوع کرنا۔ اور اسباب پر ایسا اعتماد نہ کرنا جس سے سبب حقیقی سے غفلت ہو جائے (۴) اپنے سچے مولا اور حقیقی مالک کی رضا کے لئے زہد و تقوےٰ اختیار کرنا اور حظوظ نفسیہ اور لذاتِ دنیا سے مجتنب رہنا (۵) اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے سختی و شدت کا جھیلنا اور ریاضات شاقہ کا متحمل ہونا۔ (۶) مخالفین کے مقابلے میں شجاعت اور جوانمردی کا ظاہر کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ کمالات تمام کے تمام عین بعین انبیاء علیہم السّلام کی طرح کسی غیر نبی میں نہیں ہوتے۔ کیونکہ غیر نبی نبی کا مثیل نہیں ہو سکتا۔ ہاں انبیاء علیہم السّلام کے پیروں میں بعض کو بعض کمالات حسب استعداد و طہارت فطرت بخشے جاتے ہیں۔ کسی کو کم اور کسی کو بہت۔ کسی کو ایک کسی کو دو۔ اور کسی کو زیادہ۔ مثلاً صحیح اعتقادوں کی تعلیم اور احکام شرعی کی تفصیل جو بحسب ظاہر نبوت کا اصلی مقصود ہیں فقہاء و محدثین کا حصہ ہے اور دلائل کے ذکر کرنے سے مخالفین پر حجت پوری کرنی جو مخالفین کے اعتراضات سے بچنے کے لئے نبوت کے لئے بمنزلہ باطنی ہتھیاروں کے ہے متکلمین کا نصیبہ ہے اسی طرح ملک داری کے اصول و قواعد اور مخالفین پر غلبہ اور اُنکے مقابلہ میں اظہار شجاعت و جوانمردی جو مخالفین کے حملوں سے بچنے کے لئے نبوت کے ظاہری ہتھیار ہیں۔ خلفاء و مجاہدین کا بہرہ و بخت ہے اور صبر و شکر۔ رضا و تسلیم توکل و استقامت۔ زہد و تقوےٰ اور اخلاص و عبادت جملہ کمالات روحانیہ جو باطن نبوت کے اصل مقصود ہیں۔ صوفیائے کرام کی قسمت ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَہٗ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ وَ سَاعَۃِ الْقِیَامِ ✦

اس بیان و تفصیل پر غور کرنے سے نکتہ شناس طبیعتیں کئی ایک دیگر لطیف امور نکال سکتی ہیں جنکی وجہ سے انبیا علیہم السّلام کی ضرورت و برکت ثابت ہوتی ہے بیانِ بالا سے معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ صلعم کے صاحب کمال لوگ چار طرح کے ہیں۔ **اوّل** فقہار و محدثین عظام۔ **دوم** متکلمین فخام۔ **سوم** صوفیائے کرام **چہارم**۔ خلفا و مجاہدین فائز المرام ٭

خلفا و مجاہدین کے حالات انشاء اللہ **غزوات نبویہ** اور **فتوحات اسلامیہ** میں ذکر کئے جائینگے۔ فی الحال صرف پہلے تین گروہوں کے بعض حالات و سوانح بیان کئے جاتے ہیں۔

اس کتاب میں تین باب ہونگے۔ **باب اول** فقہار و محدثین کے ذکر میں **باب ثانی** متکلمین کے حالات میں۔ شعراء و علم ادب کے کامل اُستادوں کا ذکر بھی انہی کے ضمن میں ہوگا۔ **باب سوم** صوفیائے کرام کے بیان میں ٭

اس کتاب کے مضامین کتب ذیل سے انتخاب کئے گئے ہیں:۔

تذکرۃ الحفاظ[1] ٭ وفیات الاعیان[2] للقاضی ابن خلکان ٭ فوات الوفیات[3] تاریخ ابن خلدون[4] ٭ بستان المحدثین[5] ٭ اتحاف النبلاء[6] تصنیف شیخنا السید النواب فوائد بہیہ[7] ٭ کشف المحجوب[8] للشیخ علے الہجویری المعروف بداتا گنج بخش اللاہوری الکمال[9] فی اسماء الرجال ٭ میزان الاعتدال[10] ٭ تقریب التہذیب[11] ٭ خلاصہ[12] اسماء الرجال ٭ ابجد العلوم[13] ٭ نفحات الانس[14] ٭ کشف الظنون وغیرہا ٭

باب اوّل

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

کوفی الملقب بامام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ ۸۰ھ ہجری میں عبدالملک بن مروان بن الحکم کے عہد میں کوفہ میں پیدا ہوئے آپکا دادا زوطی خلیفہ چہارم حضرت علی رضہ کے عہد خلافت میں مشرف باسلام ہوا اور پھر کوفہ کو وطن اختیار کیا۔ پس آپ کا باپ ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور اسلام آپ کا جدی مذہب ٹھیرا +

آپکے ایام ولادت میں نبی صلعم کے کئی اصحاب زندہ تھے۔ مثلاً حضرت انس رضہ بن مالک رضہ بصرہ میں اور عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں اور سہل بن سعد ساعدی مدینہ طیبہ میں اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔ لیکن آپ نے اُن سے کوئی روائیت نہیں کی۔ کیونکہ ابتدائی عمر میں آپ اپنے آبائی پیشہ ریشم کی تجارت میں لگے رہے اور جب آپ کی توجہ تحصیل علم کیطرف پھیری گئی۔ تو اُسوقت کوئی صحابی زندہ موجود نہ تھا۔ اس بناپر بعض علما آپکو تابعی شمار کرتے ہیں۔ اور بعض تبع تابعی کیونکہ آپنے صحابہ سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ آپ کی طبیعت بہت صاف اور ذہن بہت رسا تھا علم فقہ حماد بن ابی سلیمان سے حاصل کیا اور حدیث نبوی عطا بن رباح اور ابو اسحٰق سبیعی اور محارب بن دثار اور ہیثم بن حبیب صراف اور محمد بن منکدر اور نافع مولٰے ابن عمر اور ہشام بن عروہ اور سماک بن حرب سے سماعت کی۔ آپ سے بہت لوگوں نے

میں علم حاصل کیا۔ اور آپکے شاگرد امامت کے بلند رتبوں تک پہنچے۔ چنانچہ انہیں سے امام ابو یوسف رح قاضی القضات اور امام محمد رح اور امام عبداللہ بن مبارک رح اور زفر رح وغیرہم جلیل الشان امام آپکے علمی کمالات کے نمونے ہیں۔

آپ کا قد درازی تما درمیانہ تھا۔ اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ۔ آپ بہت خوبصورت۔ نیک سیرت۔ خوش مزاج۔ شیریں زبان تھے۔ اور آپکی آواز بلند تھی اور تقریر کے وقت آپ پر مضامین کا دروازہ ایسا کھلجاتا۔ جیسے کوئی وادی رواں ہے آپ بہت فراخ حوصلہ تھے۔ اور خویش و اقربا اور مساکین و فقرا سے بہت احسان وسلوک کرتے تھے۔

آپ بہت عابد اور زاہد متقی اور متورع تھے۔ اور خوف الٰہی آپ کے دلمیں نہایت درجہ کا تھا۔ آپ کثرت سے جناب باری میں تضرع وزاری کرتے اور بہت کم بولتے تھے۔ جعفر بن ربیع کہتے ہیں کہ میں آپکی صحبت میں پانچ سال تک رہا۔ کسی شخص کو آپسے زیادہ خاموش نہ پایا۔ آپکے اخلاق بہت وسیع اور عادات بہت پسندیدہ اور طبیعت نہایت سلیم تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن مبارک (جو آپکے لائق شاگردوں میں سے تھے) کہتے ہیں کہ میںنے سفیان ثوری سے کہا کہ امام ابو حنیفہ رح غیبت و بد گوئی سے کس قدر دور ہیں۔ میںنے آپ کو کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت کرتے نہیں سنا۔ حضرت سفیان نے جوابدیا کہ ابو حنیفہ بہت دانا شخص ہے۔ اپنی نیکیوں پر کسی کو مسلط کرکے انکو اکارت نہیں گنواتا آپکا دماغ فقہی مسائل کے استخراج اور اصول کے مقرر کرنیکے نہایت مناسب تھا اور آپکی قوت استدلال نہایت زبردست تھی۔ چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس کسیکو علم فقہ میں تبحر منظور ہو وہ امام ابو حنیفہ کا خوشہ نشین اور محتاج ہے۔ اسی طرح آپکا تقویٰ وطہارت بھی علما میں مسلم ہے۔ چنانچہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کو برائی سے یاد نہ کرو اور جو کوئی اُن کے حق میں بدگوئی کا کوئی حرف کہے اسکی تصدیق نہ کرو۔ کیونکہ

بخدا میں نے اس سے بڑھکر افضل اور پرہیزگار اور فقیہ نہیں دیکھا۔

اسی طرح آپکی تعریف اور آپکے کمالات امامت کی تسلیم میں ہر زمانے کے کامل اور فاضل لوگ متفق اللسان ہیں۔ اور آپکے تقویٰ۔ دیانت اور انکساری پر کبھی بھی کسی نے حرف نہیں رکھا۔

خلیفہ ابو جعفر منصور آپکو کوفہ سے بغداد لیگیا۔ تاکہ آپکو اس جگہ قاضی بنادے آپنے قاضی بننے سے انکار کیا۔ اور خلیفہ کی سفارش کو قبول نہ کرنے پر قسم کھالی خلیفہ منصور نے بھی منوا لینے پر قسم کھالی۔ آپ انکار پر قائم رہے اور کہا کہ میں قضا کے لائق نہیں ہوں۔ ربیع بن یونس حاجب نے پاس سے اشارہ کیا۔ کہ آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المومنین نے قسم کھالی ہے۔ آپنے فرمایا کہ امیر المومنین اپنی قسم توڑ کر کفارہ دینے کا مجھ سے زیادہ مقدور رکھتا ہے۔ خلیفہ نے اسپر (جھنجلا کر) آپ کو قید کر دیا مگر آپ پھر بھی اپنے پیشوا اور مقتدا حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح رب السجن احب الي مما يدعونني اليه (یعنی اے میرے پروردگار جس کام کی طرف مجھے بلایا جاتا ہے مجھے اس سے قید بہتر ہے) کا نمونہ بنے رہے اور بے چھری ذبح ہونا گوارا نہ کیا۔ ربیع مذکور کہتا ہے کہ میں نے خلیفہ منصور کو امام ابو حنیفہ رح کے قضا کے بارے میں جھگڑا کرتے دیکھا ہے۔ امام صاحب فرماتے تھے کہ اللہ سے ڈر۔ یہ امانت قضا کسی ایسے شخص کے حوالے کر جو خوف خدا رکھتا ہو۔ اللہ کی قسم میں تو مامون الرضا بھی (یعنی ایسا نہیں ہوں کہ رضا و خوشی کی حالت میں بھی نفس کی شرارت سے بچ سکوں۔ مامون الغضب (یعنی ایسا کہ غضب و غصہ کی حالت میں نفس کی بدی سے بچ سکوں کسطرح ہو سکتا ہوں۔ اور اگر تو مجھ کو دریائے فرات میں غرق کر دینے کے ڈر سے والی حکومت بننے پر مجبور کرے تو میں ضرور ضرور دریا میں غرق ہونے کو اختیار کرونگا۔ (مگر بے چھری ذبح ہونا پسند نہ کرونگا) اور تیرے حاشیہ میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اس عزت کے محتاج ہیں (بس انہیں کو سرفرازی بخش، لیکن میں تو اس کے لائق ہی نہیں ہوں۔ خلیفہ نے (جوش میں آکر) کہا کہ آپ جھوٹ

کہتے ہیں آپ ضرور اس کے لائق ہیں۔ آپ نہایت متانت سے جواب دیا فقد حکمت لی علی نفسہ یعنے بس آپنے خود میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اب آپکو جایز نہیں ہے۔ کہ کسی کذاب کو والی قضا بناویں ؟

اسی طرح بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد کے عہد میں یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری حاکم عراقین نے آپکو کوفہ کی قضاء کیلئے کہا۔ مگر آپ نے انکار ہی کیا۔ یزید نے اس پاک امام کو ہر روز دس ۱۰ کوڑے کے حساب سے ایک سو دس ۱۱۰ کوڑے لگوائے۔ مگر آپ اپنی بات پر قایم رہے اور بغیر چھری کے گلا نہ کٹوایا۔

بزرگان دین کو ایسے ایسے ابتلا پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ تکالیف صرف ظاہر میں بری معلوم ہوتی ہیں۔ حقیقت میں یہ آزمائشیں ان پاک لوگوں کے لئے آخرت میں موجب فرحت بنتی ہیں۔ صبر و استقلال کی منازل طے کرکے مدارج عالیہ پر پہونچتے ہیں۔ چنانچہ امام احمد علیہ الرحمۃ کو جنکا ذکر خیر انشاء اللہ آگے آئیگا۔ جب قرآن شریف کے غیر مخلوق کہنے پر خلیفہ وقت نے سخت سزا دی تو اسوقت آپ امام اعظم رحمۃ اللہ کو یاد کرکے رو دیا کرتے تھے اور ان کے حق میں دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

بعض لوگ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس انکار کی حقیقت کو نہ سمجھکر یہ کہا کرتے ہیں کہ فصل خصومات تو ایک شریف کام ہے۔ آپنے منظور کیوں نہ کیا۔ اگرچہ ایسے لوگونکے جواب میں صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے۔ **شعر**

تفاوت است میان شنیدن من و تو تو بند در و من فتح باب من شنوم

مگر ناظرین کی توجہ اس امام ہمام برگزیدہ رب انام کے تقوی و انکساری کیطرف پھیرنے کے لئے ہم اتنا اور بڑھاتے ہیں کہ بیشک لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنا عمدہ وصف ہے۔ مگر اس کے لئے عدل شرط ہے اور یہ امر بھی ہر چھوٹے بڑے پر ظاہر ہے کہ عدل کرنا بہت مشکل بلکہ نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ آدمی کا دل صرف ایک ہے۔ اور اس چھوٹیسو

بارہ گوشت کو کبھی دشمن سے پالا پڑتا ہے۔ اور کبھی دوست سے رفاقت کرنی پڑتی ہے کبھی اُسپر غصہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور کبھی خوشی و رضا اسمیں گھر کرتی ہے۔ کبھی اسپر غفلت چھا جاتی ہے۔ اور کبھی دیگر عوارض سے اسپر گرانباری ہوتی ہے۔ علاوہ بریں انسان کے متعلق خدائے برحق کے بھی حقوق ہیں۔ اور اس کے اپنی نفس کے بھی۔ کہیں بیوی بچوں کے بکھیڑوں میں پھنسا ہوا ہے۔ کہیں اور دھندوں میں لگا ہوا ہے۔ قاضی و حاکم بننے کے سوائے بھی تو دیگر لوگوں کے کئی حقوق اسکے متعلق ہیں۔ پھر ایسے گورکھ دھندوں سے نجات پانا اور غصہ و خوشی اور غم و غفلت اور بے فکری کے عالم میں دوست دشمن میں حق حق فیصلہ کرکے عدل کو قایم رکھنا ہر ایک جوانمرد کا کام نہیں۔ ع ہر کسے را بہر کارے ساختند مشہور و مسلم مصرعہ ہو شعر

خلق اللہ للحروب رجالا و رجالا لقصعۃ و ثرید

زبان زد خلایق ہو رہا ہے۔ اسی لیے تو ہم نے کمالات نبویہ کے اعتبار سے جو احاد امت میں تقسیم ہوتے ہیں۔ کاملین اسلام کے چار فریق بنائے ہیں۔

حضرت امام صاحبؒ معاملہ قضا کے مشکلات اور دینی دنیوی ذمہ داریوں کو خوب جانتے تھے اور حدیث نبوی من ولی القضاء فقد ذبح من غیر سکین او کما قال آپکو خوب یاد تھی اور موجودالوقت قاضیوں اور حاکموں کی حالات بھی پیش نظر تھے۔ اور او ہر انسانی کمزوری سے عدل قایم نہ رکھ سکنے کے اندیشہ پر عاقبت کا خوف اور اپنی عزیز جان کو عذاب دوزخ سے بچانا ہی متصور تھا۔ اسی لیے تو دنیا کی سخت سزائیں سہیں اور جن لوگونکی نظر میں آپ معززاور قضاء کے لایق تھے۔ اُن ہی کے ہاتھ سے کوڑوں کی شرمناک ضربیں برداشت کیں۔ ورنہ دنیا دار لوگوں کا حال تو ایسے موقعوں پر جیسا ہوا کرتا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں یہ واقعہ امام صاحبؒ کے کمال درجہ کے تقوے اور فروتنی کی دلیل ہے۔ جو حاسدونکی آنکھ میں محل طعن ہو رہا ہے۔ سعدی علیہ الرحمتہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید در نظرش ہنر

کیا رشوتیں دے دیکر اور سفارشیں بہم پہنچا کر عہدہ پایا اور اونے اونے کمیشن لینے کیلئے ہمیشہ حکام وقت کے دروازوں پر لٹکے رہنا اہل زمانہ کا معمول نہیں ہے کہ اُس پاک بزرگ امام کا تقویٰ و طہارت دل میں جاگیر نہ ہو۔ ہم اس زمانہ کے دُنیادار حاکموں سے نہیں پوچھتے۔ کیونکہ انکی نسبت اُن کے روزمرہ کے فیصلجات انکی اپنی زبان سے زیادہ بلند آواز سے گواہی دے رہے ہیں۔ بلکہ ہم اُن متدین اور پاکباز حکام سے جو اپنے فرائض منصبی و خوف خدا کو ملحوظ رکھکر فیصلے کرتے ہیں۔ انصاف چاہتے ہیں کہ کسی مقدمہ کے فیصلہ کیوقت اُنکی طبیعت پر کسقدر بوجھ پڑتا ہے۔ اور اُن کے انصاف پسند دل پر کیا کیفیت گزرتی ہے میرے بزرگ مہربان اور مکرم دوست اور پیارے رفیق اور عزیز از جان ہمدرد جناب حافظ فصیح الدین صاحب مرحوم افسر مال ضلع سیالکوٹ نے جنکا انصاف بغیر رو رعایت کے ہر حقدار کو فایدہ پہونچاتا تھا۔ اور جنکی تعریف میں ہندو مسلمان رعایا متفق اللسان ہے کئی بار مجھے بصدق دل انہی ذمہ داریوں کے خوف سے اس عالی قدر عہدہ سے مستعفی ہونیکا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر چونکہ اللہ تعالےٰ کو اپنی مخلوق کے بھلے کیلئے آپ سے یہی کام لینا منظور تھا۔ اسلئے آپکی ملازمت چھوڑ دینے کے اسباب مہیا نہ ہوئے اور ۲۸ فروری سنہ ۱۸۹۹ء کو آپکی زندگی کے ایام ختم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ وَاعْفُ عَنْہُ

امام صاحب کو مخالفین کے رد۔ اور اُن کے ملزم کرنے میں بھی بہت ملکہ تھا۔ چنانچہ ناسپاس فرقہ دہریہ کے مقابلے میں آپکے عجیب عجیب مناظرات منقول ہیں۔ چنانچہ ایکدفعہ امام صاحب کشتی میں سوار ہوئے۔ تو کچھ دہریے بھی سوار تھے۔ معقول جواب سے کچھ پورا کر دیئے کیونکہ وہ دہریوں کی آنکھ میں آپ کھٹکا کرتے تھے۔ دشمنوں نے منصوبہ باندھا کہ آپ کو اس تنہائی میں قتل کر ڈالیں۔ آپ فراست خداداد سے انکی بداندیشی کو تاڑ گئے۔ اور کہنے لگے کہ دین اسلام جسکی میں حمایت کرتا ہوں۔ اگر دین حق ہے جیسا کہ فی الواقع ہے تو وہ میرے مرنے سے مٹ نہیں جائیگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اسکی اشاعت کیلئے میرے جیسا کوئی اور پیدا

کر دیگا۔ اور اگر وہ دین جیسا کہ تم خیال کرتے ہو سچا نہیں ہے۔ اور صرف میرے سبب قائم ہے تو میں اسکی حمایت کب تک کرونگا۔ آخر مجھے ایک روز مرنا ہے۔ بہرصورت تمہیں میرے مارنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ یعنے جو دلیل کے رو سے ہلاک یعنی مغلوب ہو جائے وہ مر جائے اور جو دلیل کی رو سے زندہ یعنی غالب آوے وہ زندہ رہے" کے مطابق مجھ سے عالمانہ طور پر حجت و دلیل سے جھگڑو اور جاہلوں کی سی لڑائی و جنگ چھوڑ دو۔ وہ دشمن آپ کی اس تقریر سے دنگ ہوگئے۔ اور انکے قتل کرنیکی جوش کی آگ پر شرمندگی کا پانی پڑ گیا۔ آپ سے پوچھنے لگے۔ کہ بھلا بتلائیے تو سہی کہ آپ کے پاس واجب الوجود موجود حقیقی (خدائے تعالی) کی ہستی کی کیا دلیل ہے۔ آپنے کلام ربانی قرآن شریف میں نظر فکر کی۔ تو وہی کشتی جس میں سوار تھے۔ واجب الوجود کی ہستی کے لئے زبان حال سے پکارتی نظر آئی۔ پس آپنے دہریوں سے پوچھا کہ یہ کشتی جس پر ہم سوار ہیں ملاحوں کی تدبیر کے بغیر یقیناً اُس تیتن یا بندر پر جہاں ہم نے اُترنا ہے ضرور ضرور خود بخود جالگیگی؟ وہ بیچارے مغلوب تو پہلے ہی مرحلے میں ہو چکے تھے۔ اسکا جواب سوائے نہیں کے اور کیا دے سکتے تھے۔ سب کہنے لگے کہ بیشک ملاح کی تدبیر کے بغیر منزل پر پہونچنا یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے۔ آپنے فرمایا افسوس ہے ایک چھوٹی سی کشتی تو بغیر مدبر کے نہ چل سکے [illegible] مدبر کی ضرورت ہو اور اتنے بڑے عالم کا جس کے انتظام میں ابتدائے آفرینش سے آجتک کبھی کوئی بھی فرق نہیں آیا۔ اور چاند ستارے سورج عرش ہر شئے کیلئے ایک حساب مقرر ہے کوئی مدبر نہو۔ سبحانہ تعالیٰ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اس جواب پر منکرین کے دانت بیٹھ گئے۔ اور کچھ جواب نہ بن آیا۔ سُبحان اللہ! کیسی معقولیت سے مخالفین کو ملزم و ساکت بھی کر دیا اور اپنی جان بھی بچ گئی ؛

(۲) اسی طرح حاضر جوابی اور وقت پر برمحل کہنے میں بھی آپ کو خوب مہارت تھی چنانچہ ایک دفعہ خلیفہ منصور نے آپکو بلایا۔ ربیع مذکور آپ سے کچھ کینہ رکھتا تھا۔ تے کے

سامنے خلیفہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کہ یہ ابو حنیفہ رح آپکے دادا ابن عباس رضہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ جب کوئی قسم و پیمان کرے تو ایک دو دن بعد بھی اس میں استثنا جائز ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ کہ استثنا صرف عہد و قسم کی متصل ہی جائز ہے۔ بعد میں نہیں۔ امام صاحب اس بات کو خوب تاڑ گئے فوراً کہنے لگے۔ کہ ہاں جناب ربیع یہ گمان کرتا ہے۔ کہ آپکے لشکر کی گردن آپ کی بیعت و اطاعت کے جوئے میں نہیں ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کس طرح؟ آپنے فرمایا لشکری آپکے سامنے اطاعت کی قسمیں کھالیویں۔ اور گھر پہونچکر استثنا کر دیں۔ پس اُنکی قسمیں جو آپ کے حضور میں کی تھیں باطل ہو جائنگی۔ اور انپر اطاعت واجب نہ رہیگی۔ خلیفہ منصور اسپر ہنس پڑا۔ اور ربیع کو کہنے لگا۔ کہ ابو حنیفہ کا پیچھا چھوڑ دو۔ (اسکو نہ چھیڑ) کیونکہ یہ حجت میں مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد جب باہر نکلے تو آپسے ربیع کہنے لگا۔ کہ آپ نے تو میرا خون کروانا چاہا تھا۔ آپنے فرمایا نہیں۔ بلکہ تم نے میرا خون کروانا چاہا تھا۔ اور میں نے بتوفیق ایزدی اپنی بھی جان بچائی۔ اور تجھے بھی خلاصی دلائی۔

(۳) اسیطرح ابو العباس طوسی بھی آپکی نسبت اچھا خیال نہیں رکھتا تھا۔ اور آپکو ۔ ہوا [illegible] تھا ایک دن آپ خلیفہ منصور کے پاس گئے اور لوگ کثرت سے جمع ہو گئے تو ابو العباس نے امام صاحب کے قتل کروانیکا منصوبہ گانٹھا۔ چنانچہ امام صاحب کی طرف رُخ کر کے پوچھنے لگا۔ کہ اے ابو حنیفہ رح! امیر المومنین ایک شخص کو بلاتا ہے کہ کسی شخص کی گردن مارے اور خلیفہ کو معلوم نہیں کہ وہ ہے کیا؟ تو کیا اس صورت میں خلیفہ کو اس کے قتل کی گنجائش ہے۔ یا نہیں۔ امام صاحب جنکا دماغ ایسے مقامات جوابات سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔ اس بات کو تاڑ گئے۔ اور ابو العباس سے پوچھنے لگے کہ خلیفہ اس امر میں حق کا حکم کرتا ہے۔ یا ناحق کا۔ طوسی بیچارہ سوائے حق کے اقرار کے کہاں جرأت رکھتا تھا۔ کہنے لگا۔ کہ خلیفہ کا حکم تو حق ہے۔ آپنے فرمایا بس حق جس جگہ ہو اسکو

جاری کرنا چاہئے لہٰذا اسکی بابت پوچھ نہیں۔ اسطرح بات آپ سے ٹل گئی۔ اور الٹا بداندیش پر اسکا بوجھ پڑا۔ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ یعنی بری تدبیر کا بُرا اثر بداندیشوں ہی پر پڑا کرتا ہے۔ آپنے ایک شخص کو جو آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ کہا کہ اُس نے مجھے بند ھوانا چاہا تھا۔ میں نے اُسی کو گرفتار کروا دیا۔

دہم، خشیت الٰہی اور خوف خدا بھی آپ کے دل میں پورا پورا تھا۔ اسکی تصدیق علمائے زمانہ کی زبانی گزر چکی۔ لیکن ایک نہایت عجیب واقعہ جو آپکے دل کی نہایت صفائی کی دلیل ہے ذکر کیا جاتا ہے۔

یزید بن کمیت کہتے ہیں کہ ایک رات نماز عشاء میں علی بن حسین مؤذن نے سورۂ اذا زلزلت الارض پڑھی۔ امام ابو حنیفہ رح بھی مقتدیوں میں تھے۔ پس جب نماز پوری ہو چکی اور لوگ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ ابھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور متفکرانہ سانس بھر رہے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ شاید اس تفکر کی حالت میں آپکا دل میری طرف مشغول ہو کر اکھڑ نہ جائے۔ اسلئے مناسب ہے کہ میں بھی چلا جاؤں۔ پس میں بھی روانہ ہوا۔ اور چراغ جس میں تھوڑا تیل تھا۔ اسیطرح جلتا چھوڑ دیا۔ صبح ہونیپر میں پھر نماز کے لئے مسجد میں آیا تو آپ کو دیکھا کہ آپ ابھی کھڑے ہیں۔ اور اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے (سورہ زلزال کے مضمون کو پیش نظر رکھے ہے) جناب باری میں ان الفاظ سے تضرع کر رہے ہیں۔ یا من یجزی بمثقال ذرۃ خیر خیرا و یا من یجزی بمثقال ذرۃ شر شرا اجر النعمان عبدک من النار و ما یقرب منہا من السوء و ادخلہ فی سعۃ رحمتک یعنی اے اللہ تو جو ہر شخص کو اسکی ذرہ بھر بدی کے بدلے سزا دیگا۔ اور اے اللہ تو جو ہر شخص کو اسکی ذرہ بھر نیکی کے بدلے نیک جزا دیگا۔ اپنے بندہ نعمان کو (جسپر تیری کئی نعمتیں ہیں) دوزخ سے پناہ دے۔ اور نیز اُن برائیوں سے جو دوزخ کے قریب کر دیتی ہیں اور اس (نعمان) کو اپنی رحمت کی فراخی میں لیلے۔ یزید بن کمیت کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی اذان کہی اور ابھی چراغ

ٹمٹما رہا تھا۔ اور آپ کھڑے عجز و زاری کر رہے تھے۔ پس جب میں اندر داخل ہوا تو آپ مجھسے کہنے لگے کہ کیا چراغ لینا ہے۔ ولیئے بجھانے کیلئے ابھی آپکے خیال میں عشا ہی ہی ہے مینے کہا کہ میں نے تو صبح کی بھی اذان کہدی ہے۔ آپنے فرمایا جو کچھ تونے دیکھا ہے اُسے چھپائے رکھیو پھر دو رکعت نماز پڑہی اور اُسی اول شب کے وضو سے نماز فجر ادا کی +

اِس امام جلیل الشان کے مناقب تعداد سے باہر ہیں اور شمار سے خارج ہیں چنانچہ آپ کے مناقب میں بہت سی کتابیں مستقل طور پر ہر زمانہ میں لکھی جاتی رہی ہیں اگرچہ ان میں آپکے معتقدین نے بہت کچھ غلو کیا ہے۔ مگر یہ غلو بھی آپ کی تفضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مبالغہ ہمیشہ کسی صاحب وصفت کی صف میں کیا جاتا ہے۔ گو اس حد تک ہو۔ جو صرف حسن ظن اور عدم تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً آپ کی نسبت بعض محبین نے یہ غلو کیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہونگے تو وہ اور امام مہدی علیہ السلام بھی آپ ہی کے مذہب پر ہونگے۔ اور انہی کے مذہب کے موافق فیصلے کرینگے ایسے سب امور سے محققین حنفیہ مثلاً ملا قادری اور مولنا ابوالحسنات لکھنوری نے سخت انکار کیا ہے چنانچہ انکی تصانیف شہادت دے رہی ہیں۔ اور اسیطرح حضرت خضر علیہ السلام کا تیس سال تک آپسے آپ کی حیاتی میں اور موت کے بعد آپ کی قبر پر علم حاصل کرتے رہنا اور چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر کا ادا کرنا اور اپنے مدفن پر ہزار ختم قرآن شریف کا کرنا یہ سب بے اصل باتیں ہیں۔ جو غلبہ محبت کی وجہ سے بے تحقیق لکھی گئی ہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب تعلیق مسجد میں فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی عظمت شان ثابت کرنیکے لئے آپ کے سچے مناقب کیا تھوڑے ہیں۔ کہ اس کے لئے جھوٹی باتیں گھڑی جائیں۔ غرض آپکے علم۔ تقوی۔ دیانت عجز تواضع کے سب زمانے معترف ہیں اور آپکے برکات سے مستفیض۔ بیشک ایسا باکمال شخص اپنے پیشوا کا سچا نمونہ ہوتا ہے پس ہی نبوت محمدیہ ص کی تصدیق کیلئے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا آپکے امتیوں میں سے ہونا غیرہ کافی دلیل نہیں ہے

ستر برس کی عمر میں اس چراغ عالم و ہدایت کا روغن حیات ختم ہو گیا اور آپ ۱۵۰ھ میں بغداد کے قید خانہ میں فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم ارحمہ الاف مرۃ۔ آپ کے جنازے پر پچاس ہزار مسلمان حاضر تھے۔ خلیفہ منصور نے بھی آپ کی قبر پر جنازہ پڑھا۔ اور اسی طرح بیس روز تک آپ کی قبر منور پر لوگ نماز جنازہ پڑھا کئے۔ اور آپ کیلئے دعائے رحمت کرتے رہے۔ آپ کی قبر مبارک مقبرہ خیزران میں مشہور ہے۔ شرف الملک ابو سعید محمد بن منصور خوارزمی متوفی مملکت ملک شاہ سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں آپ کی قبر پر قبہ بنایا اور پاس ہی ایک مدرسہ بھی حنفیوں کی تعلیم کے لئے بنا کیا۔ ابو جعفر مسعود بیاضی نے آپ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے یہ شعر پڑھے ہے۔

الم تران العلم کان مبددا — فجمعہ ھذا المغیب فی اللحد
کذلک کانت ھذہ الارض میتۃ — فانشرھا فعل العمید ابی سعد

(ترجمہ) کیا تو نہیں دیکھتا کہ علم ضائع ہو چلا تھا۔ تو اس شخص نے جو اس قبر میں غائب ہے اسے جمع کیا۔ اسی طرح یہ زمین مردہ تھی تو سردار ابو سعد کے فعل سے پھر بارونق و آباد ہو گئی۔

اسلامی دنیا کے اکثر حصے امام ہی کے مقلد و معتقد ہیں۔ اور ان ممالک میں آپ کا مذہب صدیوں سے رائج ہے۔ براعظم ایشیا کے اکثر ملکوں میں صرف آپ ہی کے مقلد ہیں۔ اور ان میں اکثر آپ ہی کی فقہ کے مطابق امور شرعیہ فیصلہ پاتے ہیں۔ دیگر مذاہب کے مقلد ان کے مقابلے میں بالکل بہت تھوڑے ہیں۔

اللھم صل علی محمد وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین

قدوۃ المحدثین الامام ابو عبداللہ

مالک بن انس الاصبحی

امام دار الہجرۃ وفقیہ مدینۃ رسول اللہ علیہ سحائب رحمۃ اللہ

نسبت وولادت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت کے تیرہ سال بعد ۹۳ سنہ ہجری میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رسول اللہ صلعم کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو عامر اصبحی کے پڑپوتے ہیں۔ آپ کا دادا مالک کبار تابعین کے علما میں سے تھا۔ اور ان چار شخصوں میں سے تھا۔ جو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رض کی تلاش مبارک کو فتنہ و فساد میں رات کیوقت جب کوئی شخص جرات نہ کرسکتا قبر کی طرف لیگئے۔ آپ کا چچا ابو سہیل بھی ثقات تابعین میں سے تھا۔

خصائل وشمائل آپ دراز قامت۔ سفید رنگ۔ جسیم۔ کشادہ چشم۔ خوش صورت بلند بینی تھے۔ آپ کی نورانی پیشانی پر بال بہت کم تھے۔ ایسے شخص کو عرب اصلح بولتے ہیں۔ صحابہ میں سے خلیفہ ثانی ناطق بالحق والصواب امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رض امیر المومنین خلیفہ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہا بھی اصلح تھے۔ آپ کی ریش مبارک گھنی اور لمبی تھی۔ اگرچہ آپ نے نوے سال عمر پائی اور نہایت بڑھاپے کو پہونچے مگر نورانی اور چمکتے بالوں کو خضاب نہیں کیا جیسے آپ خوبصورت تھے۔ ویسے ہی خوش لباس بھی تھے۔ اور خوشبو وغیرہ

بھی استعمال میں لاتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس امر کو بہت ناپسند جانتا ہوں کہ اگر اللہ تعالےٰ کسی شخص کو کوئی نعمت عطا فرما دے۔ تو اُس پر اس نعمت کا اثر ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ کتمانِ نعمت کفرانِ نعمت ہے۔ شیخ مشائخنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین میں اس مقام پر فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کی نیتیں ہر حالت میں نیک ہوتی تھیں۔

اُن میں کا جو کوئی خوراک و پوشاک میں خوش پسند ہوتا وہ سب کچھ اظہار نعمت کے لئے کرتا۔ اور جو کوئی اچھا نہ پہنتا وہ اظہار تواضع و عدم شہرت کے لئے کرتا۔ محرر سطور کہتا ہے کہ اس کے علاوہ یہ بھی قابل ذکر ہے۔ کہ سلف صالحین نہایت سادہ مزاج تھے۔ نہ تکلف سے خوش باشی اختیار کرتے اور نہ تصنع و بناوٹ سے تواضع کرتے بلکہ ہمیشہ حسب حال گزران کرتے۔ اور جو کچھ موجود ہوتا اُسے نعمت عظمےٰ سمجھ کر شاکر رہتے۔ اور تکلف و بددماغی سے اچھے بُرے کو ہرگز نہ پرکھتے۔

امام مالک رح پگڑی کا شملہ بھی رکھا کرتے تھے۔ اور بغیر ضرورت کے سُرمہ نہ لگاتے اور جب لگاتے تو باہر نہ نکلتے۔

ناظرین!۔ اگر آپ ایک نظر اس امام ہمام کی خداداد خوبصورتی اور خوش لباسی پر کریں اور دوسری آپ کی شرمیلی سرمگیں آنکھ پر تو آپ کو بیان بالا کی تصدیق میں کوئی تردد نہیں رہیگا۔ اور واضح ہو جاویگا۔ کہ آپ طبعی طور پر کیسے باحیا تھے۔

آپ کی انگوٹھی پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل یعنے ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے" کا نقش تھا۔ کسی نے آپ سے اسکی وجہ پوچھی۔ تو فرمانے لگے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے مخلص بندوں کی شان میں فرماتا ہے۔

قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل پس میں تو چاہتا ہوں کہ یہ مضمون ہمیشہ میری نظر کے سامنے رہے۔ اور میرے دل میں نقش ہو جائے۔ آپ کے دروازے پر ماشاء اللہ لکہا ہوا تھا۔ کسی نے اسکی بھی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک مغرور دولت مند کی نسبت حکایتاً فرماتا ہے۔ ولولا اذ دخلت جنتک قلت ما شاء اللہ یعنے جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تم نے کیوں نہ کہا ماشاء اللہ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باغ میں داخل ہوتے وقت ماشاء اللہ پڑھنا تعلیم کیا ہے) اور میرا باغ میرا گھر ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ جب گھر میں آؤں تو مجھے یہ مضمون یاد آجایا کرے آپ رح فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تمام عمر کبھی کسی نادان و بے عقل کو ہمنشین نہیں بنایا۔ آپ لوگوں کے روبرو کھایا پیا نہ کرتے تھے۔ بلکہ خلوت میں ہو کر یہ بھی آپ کی طبعی شرم کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کسی کے سامنے کھانے میں نہ شرعاً کوئی خطرہ ہے اور نہ عقلاً و عرفاً کسی قسم کا ڈر۔

آپ اپنی پاک صورت کی طرح سیرت میں بھی بہت نیک اور خوش خلق تھے۔ احسان و مروت میں آپکا دست سخاوت آپ کی قامت کی طرح بہت طویل تھا اور خاصکر اہل ولاو اور خادموں پر بہت شفقت کیا کرتے تھے۔ امام شافعی علیہ الرحمتہ کے ذکر خیر میں آپ کی دریاولی کی ایک مثال ذکر کیجائیگی۔ انشاءاللہ

تحصیل علم و تنظیم حدیث نبوی

ابتدائے عمر ہی سے آپ کو تحصیل علم کا بہت شوق تھا۔ اور چونکہ ظاہری تونگری حاصل نہ تھی۔ اس لئے گھر کی چھت اُدھیڑ ادھاڑ کر فروخت کرتے۔ اور تحصیل علم کے لئے ضروریات پر خرچ کرتے۔ آپ نہائت ذہین اور حافظہ کے بہت قوی تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس امر کو میں نے حافظہ میں جگہ دی ہے۔ پھر اُسے فراموش نہیں کیا۔ علم حدیث

نافع مولیٰ بن عمر۔ سعید مقبری۔ نعیم مجبر۔ ابن شہاب زہری۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر۔ محمد بن منکدر۔ عبداللہ بن دینار وغیرہم بڑے بڑے جلیل الشان راویوں سے روایت کیا۔ اور اسی طرح آپ سے بھی بیشمار خلقت نے علم حدیث سیکھا۔ ان میں سے بہت سے امامت کے اعلےٰ درجے پر پہنچے۔ اور کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ ہوئے۔ چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ جو فقہ میں امام اعظم کے شاگرد تھے۔ حدیث میں امام مالک کے شاگرد ہیں۔ اور یحییٰ بن سعید قطان اور ابن مہدی اور ابن وہب اور ابن قسم اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی اور عبداللہ بن یوسف اور سعید بن منصور۔ و یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری اور یحییٰ بن یحییٰ اندلسی اور قتیبہ بن سعید اور ابو مصعب زبیری اور خاتمہ شاگردان ابو خدافہ سہمی وغیرہم سب حدیث کے جلیل القدر راوی ہیں۔ اور یہ سب امام مالک رح کے حلقہ درس کے فیضیاب ہیں۔ علاوہ ان کے امام شافعی رح جنکا بار احسان ہر محدث کی گردن پر ہے۔ وہ بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ امام شافعی رح فرمایا کرتے تھے۔ اذا ذکر العلماء فمالك النجم الثاقب وما احد امن علے من مالك یعنے جس وقت علما کا ذکر کیا جائے تو ان میں امام مالک رح چمکدار موٹا ستارہ ہے اور مجھ پر امام مالک سے بڑھکر کسی کا احسان نہیں۔

سترہ سال کی عمر میں آپ نے حلقہ تدریس قایم کیا۔ آپ کی مجلس بہت پرہیبت و باوقار ہوتی تھی۔ اور اسمیں شور وغل ہرگز نہ ہوتا۔ اور کسی کو اس میں بلند آواز سے بولنے کی مجال نہ تھی آپ حدیث کا نہائت ادب کرتے تھے۔ یہانتک کہ تعلیم حدیث کے وقت ایک خاص مسند بچھاتے اور آپ عطر و خوشبو لگاکر اور نفیس پوشاک پہنکر بکمال وقار و خشوع حجرے سے تشریف

لاتے اور مجلس برخاست کرنے تک عود و مجمر جلائے رکھتے اور جسطرح بیٹھتے کمال ادب سے آخر وقت تک اسی طرح بیٹھے رہتے یہانتک کہ زانو بھی نہ بدلتے اور اس امر میں بہت احتیاط رکھتے۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں امام مالک رح کی مجلس میں حاضر تھا۔ اور آپ حاضرین کو حدیث نبوی صلعم کی روایت سے سیراب کر رہے تھے۔ آپ کو ایک بچھو نے ایسا کاٹنا شروع کیا کہ شاید کوئی دس بار کاٹا ہوگا۔ آپکا رنگ متغیر ہو ہو کر زرد ہوتا جاتا تھا۔ مگر آپ درد کو بکمال حوصلہ برداشت کرکے روایت حدیث سے ہرگز نہ رکے۔ اور نہ کلام میں کسی قسم کی لغزش ہوئی۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور لوگ متفرق ہوگئے۔ تو میں نے عرض کی کہ آج آپ کا چہرہ مبارک بہت متغیر نظر آرہا ہے۔ آپ نے سارا ماجرا ذکر کیا اور فرمانے لگے۔ کہ میرا یہ سارا صبر و ضبط اپنے حوصلے کے اظہار کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ محض رسول اللہ صلعم کی حدیث شریف کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔

امام سفیان ثوری جنکا نام مبارک ہی ذکر کرنا انکی تعریف و توصیف کے لئے کافی ہے۔ ایک روز امام مالک کی مجلس میں حاضر ہوئے اور آپ کی عظمت و جلالیت اور شان و شوکت اور انوار و برکات کا مشاہدہ کرکے آپکی تعریف میں یہ قطعہ کہا۔

يدع الجواب فما يراجع هيبة والسائلون نواكس الاذقان

ادب الوقار و سلطان التقى فهو المهاب وليس ذا سلطان

(ترجمہ) آپ جواب دیتے ہیں اور ہیبت سے۔ پھر کوئی بات نہیں کرسکتا اور سوال کرنیوالے آپکے سامنے ٹھوڑیاں نیچے کئے ہوئے ہیں۔ ہرچند

آپ صاحب سلطنت نہیں مگر تقوے کے سبب وقار اور رعب ایسا ہے۔ کہ صاحب ہیبت نظر آتے ہیں۔

ایمہ اربعہ میں سے آپ کو ایک خاص متمیز فخر حاصل ہے۔ وہ یہ کہ آپ رح مسجد نبوی ص کے امام تھے۔ اور مسجد میں روضۂ اطہر کے قریب بیٹھ کر حدیث شریف کا درس کرتے تھے۔ حدیث نبوی ص کی طرح مدینہ منورہ کا بھی نہائت ادب کرتے چنانچہ آپ نے ساری عمر حرم مدینہ کی حد کے اندر بلا عذر مرض وغیرہ کبھی قضائے حاجت نہیں کی۔ ہمیشہ حد حرم سے باہر جایا کرتے تھے۔ اسی طرح مدینہ طیبہ میں کبھی سوار نہ ہوتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جس شہر میں رسول اللہ صلعم کا جسم مبارک مدفون ہے۔ اس میں سواری پر ہرگز نہ چڑہونگا۔ یہ سب امر اسپر دلالت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم کی محبت و تعظیم آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

مدح وثنائے دیگر علماء آپ کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک کے سب علمائے بااتفاق زبان آپ کی جلالت قدر اور عظمتِ شان اور وسعت علم کی برابر شہادت دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت بشر حافی جو اولیائے کاملین میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کی نعمتوں میں سے ایک یہہ بھی ہے کہ کوئی شخص کہے۔ حدثنا مالک یعنی اس امام ہمام کے ساتھ نسبت شاگردی ایک بڑی نعمت اور موجب فخر امر ہے۔ امام عبدالرزاق جو محدثین میں سے ایک جماعت کے استاد ہیں۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حدیث یوشک الناس کے مصداق امام مالک رح ہیں وہ حدیث

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوشک الناس ان یضربوا اکباد الابل فی طلب العلم فلا	یہہ وہ زمانہ جلدی آنیوالا ہے۔ کہ اس میں لوگ علم کی تلاش میں اونٹوں کی چھاتیاں انکو دوڑا دوڑا کر تھکا دینگے

یجد ون عالما اعلم من عالم المدینۃ مگر اسوقت کوئی ایسا عالم نہ پائیں گے جو اسوقت کے مدنی عالم سے بڑھکر ہو "

امام عبدالرزاق نے آپ کو اسی لحاظ سے اس حدیث کا مصداق مانا ہے کہ آپ کے وقت میں کوئی آپ کا نظیر نہیں تھا۔ عبدالرحمٰن بن واقد کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک کا دروازہ دیکھا۔ گویا کہ وہ کسی حاکم وقت کا دروازہ تھا یعنی لوگوں کی کثرت و ہجوم کے سبب ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ اگر امام مالک اور امام لیث نہ ہوتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ اسی طرح امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو سرزمین حجاز کا علم گم ہو جاتا۔

قدرِ علم و تحقیر دنیا

خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو تین ہزار دینار دیئے اور کہا۔ کہ مدینہ شریف کو چھوڑ کر میرے ساتھ رہیئے تا کہ آپ سے دین کا علم حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا کہ میں دنیا کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر پر ترجیح نہیں دیتا۔ آپ کے دینار یہ پڑے ہیں۔ خواہ واپس لے لیں خواہ رہنے دیں اسی طرح خلیفہ مہدی نے بھی آپ کو دو تین ہزار دینار دیئے اور پھر ربیع حاجب کو بھیجکر یہی درخواست کی آپ نے فرمایا رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون یعنے اگر لوگ جانیں تو مدینہ طیبہ میں رہنا اور جگہ دنیا کی فراخی کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے۔ آپکے دینار بحال پڑے ہیں۔ یعنے اپنے دینار واپس لے لیجئے۔ میں مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلعم کی ہمسائگت چھوڑ کر یہ مال قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ آپ ہمارے پاس رہکر ہمارے لڑکوں کو اپنی کتاب موطا تعلیم کریں۔ آپنے جوابدیا کہ اے امیر المومنین علم آپ کے خاندان ہی سے نکلا ہے

اگر آپ اسکی عزت کریں گے۔ تو معزز ہو جائیگا۔ تو اگر اسے ذلیل کریں گے تو ذلیل ہو جائیگا۔ (اور میں تو یہی جانتا ہوں) العلم یوتی ولا یاتی یعنے علم کے پاس خود جایا جاتا ہے۔ خود علم کسی کے پاس چلکر نہیں آتا۔ خلیفہ نے تسلیم کیا اور کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور اپنے لڑکوں کو حکم کیا کہ مسجد میں جا کر دوسروں کے ساتھ علم سیکھا کریں۔

ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے آپ کو منع کیا کہ طلاق مکرہ کی روائیت نہ کیا کریں۔ اس کے بعد خفیہ طور پر کسی شخص کو یہی مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا۔ آپ نے سب کے سامنے بیان کیا کہ جو شخص طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اسکی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ خلیفہ ابو جعفر نے تازیانہ سے سزا دی مگر امام صاحب روائیت حدیث سے باز نہ آئے۔ بندگان دین کو ہمیشہ اتباع سنت کے سبب ایسے ایسے ابتلا پیش آتے رہے ہیں اور آتے رہتے ہیں مگر انکی استقامت اور استقلال اس درجہ کی ہوتی ہے کہ نہ انہیں احکم الحاکمین کے مقابلہ میں کسی حاکم کا ڈر ہوتا ہے۔ اور نہ اپنی عزت کا پاس +

تصنیف آپ کی کتاب موطا کتب حدیث میں اول درجہ کی ہے۔ کیونکہ ایک کتاب کا دوسری کتاب سے افضل ہونا یا مصنف کی فضیلت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور یا التزام صحت کے لحاظ سے اور یا علما کے اسکو قبول کرنے کی نظر سے اور یا کتاب کے حسن ترتیب اور اس کے بڑے بڑے مقاصد واصول پر حاوی ہونے کی جہت سے۔ اور یہ سب امور موطا امام مالک کو سب سے بڑھکر حاصل ہیں۔ ان فضائل کے علاوہ اس کتاب کو ایک اور ایسی فضیلت حاصل ہے کہ اسمیں کوئی اور کتاب شریک نہیں۔ وجہ یہ کہ یہ

کتاب سب سے پہلے لکھی گئی۔ چنانچہ حافظ ابوبکر محمد بن العربی مغربی اس کتاب کی شرح القبس میں لکھتے ہیں۔ هذا اول کتاب الف فی شرائع الاسلام الخ یعنے یہ کتاب دربارہ احکام اسلام سب سے پہلی تالیف ہے۔ امام بخاری و مسلم و دیگر محدثین رحمہم اللہ اجمعین سب اسی کتاب کے نقش پر چلنے والے اور اسکی ترتیب و ابواب کو زیر نظر رکھنے والے ہیں۔ گویا امام مالک رح جسطرح روائت حدیث میں کل محدثین کے استاد و پیشوا ہیں۔ اسی طرح تالیف حدیث میں بھی سب کے استاد ہیں موطا کو خاص امام صاحب کی زبان مبارک سے ایک ہزار شخص نے روائت کیا +

امام مالک رح کے موطا کی تصنیف و تالیف کے زمانہ میں دوسرے لوگوں نے بھی اپنی اپنی طرز پر تصنیف شروع کی مگر ان میں سے اب لوگوں کے ہاتھ میں سوائے موطا کے کوئی کتاب نہیں +

بعض واردات صلحاء آپ کے متعلق بہت سی بزرگان دین و واصلان درگاہ حق جل و علا کو ایسے امور دکھائے گئے ہیں جنسے آپکی جلالت قدر اور مقبولیت پر استدلال کرسکتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابونعیم اصبہانی نے حلیۃ الاولیاء میں لبسند صحیح امام مالک کے ذکر میں فرمایا کہ امام عبداللہ بن مبارک کے شاگردوں میں سے ایک شخص خواب میں حضرت رسالت مآب صلعم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ اے رسول خدا صلعم آپکا زمان برکت نشان تو گزر گیا۔ اب اگر ہم کو امور دین میں کوئی شک و شبہ پیش آوے تو کس شخص سے تحقیق کریں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے جو مشکل پیش آوے اسکی بابت مالک بن انس سے سوال کر۔ نیز اس کتاب میں ہے کہ ابو عبداللہ مولانے لیثی کہ بہت متقی و عابد شخص تھا۔ رسول اللہ صلعم کی زیارت سے

مشرف ہوا۔ اور دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور لوگ آپکے گرد جمع ہیں۔ اور امام مالک رح آنحضرت صلعم کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور آپ کے سامنے مشک پڑی ہوئی ہے۔ آپ صلعم اس مشک میں مٹھی مٹھی بھر بھر کر امام مالک رح کو عنائیت فرماتے ہیں۔ اور امام صاحب بطریق نثار دیگر لوگوں پر چھڑکتے ہیں۔ اسکی تعبیر یہ معلوم ہوئی کہ امام نبوی پہلے پہل امام مالک میں ظاہر ہوا۔ اور پھر آپکے وسیلے دوسرے لوگوں کو پہنچا۔ اسی طرح محمد بن رمح امام مسلم کے استاد فرماتے ہیں۔ کہ میں زیارت نبوی صلعم سے مشرف ہوا۔ اور آپسے پوچھا کہ ہم لوگ امام مالک رح اور امام لیث کے حق میں مختلف الرائے ہیں۔ کہ انہیں سے بڑھکر عالم کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مالک رح میرے تخت کا وارث ہو۔ مجھے اسوقت ہی سمجھ میں آیا کہ مراد تخت سے علم ہے "

محرر سطور کہتا ہے کہ حدیث نبوی میں امام مالک کے پائے کو بیشک یہی نسبت ہے۔ کیونکہ امام مالک کے بعد کل محدثین کے علم کا مرجع غالباً امام مالک رح ہی ہیں۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین "

آپ کے مناقب شمار سے باہر ہیں اس مختصر میں اُن کے بیان کی گنجائش نہیں۔ اور اس امر میں بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مدینہ طیبہ سے آپ کو یہی محبت تھی کہ ساری عمر میں سوائے سفر حج کے کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے آپ کے دل میں خوف خدا نہائت ہی تھا۔ چنانچہ حافظ عبداللہ الحمیدی نے جذوۃ المقتبس میں آپکے شاگرد امام قعنبی سے نقل کیا۔ کہ وہ کہتے تھے کہ میں امام مالک کے پاس آپ کی آخری مرض میں آیا۔ اور سلام کرکے بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں فرمانے لگے۔ کہ مجھ سے زیادہ کون رونے کے لائق ہے۔ خدا کی قسم

اگر مجھے ان مسائل و فتاوے کے بدلے جو میں نے قیاس سے حل کر کے کہے ہیں، تازیانے مارے جاتے تو بہت بہتر ہوتا۔ امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے آج ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ گویا کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ آج رات وہ شخص جو روئے زمین پر علم اور فقاہت اور دین میں سب سے افضل ہے مر گیا ہے۔ جب میں نے اس رات کا حساب لگایا تو وہ امام مالک کی وفات کی رات تھی۔

آپ ۱۷۹ ہجری میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اور آپ کی ولادت اور عمر اور وفات کی تاریخ اس رباعی میں ہے

فخر الائمة مالك   نعم الامام السالك
مولده نجم هدى (۹۳)   وفاته فاز مالك (۱۷۹)

اللّٰهُمَّ ارحم علماء امة محمد صلعم

امام المحدیث والمحدثین الامام ابو عبداللہ

محمد بن ادریس الشافعی المطلبی

المطلبی ناصر الحدیث مجدد والمائۃ الثانیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

نسبت و ولادت

آپ سنہ ۱۵۰ ہجری میں امام ابو حنیفہ رح کی وفات کے سال پیدا ہوئے سبحان اللہ! ایک امام فوت ہوا اور دوسرے نے اسکی جگہ لی۔ گویا امام اعظم رح کا وہ قول جو آپنے بداندیش دہریونکو کہا تھا کہ اگر تم مجھے قتل کردوگے تو اللہ تعالیٰ دین حق کی حمایت کے لئے مجھ سا کوئی اور حامئی دین پیدا کردیگا۔ پورا ہوا۔

آپ کا نام محمد اور آپکے باپکا نام ادریس ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب ناصر الحدیث ہے۔ آپ حضرت سائب صحابی کی اولاد میں سے ہیں۔ جو قبیلہ قریش میں سے تھا۔ اور جنگ بدر کے دن مسلمان ہوا تھا۔ سائب کا بیٹا شافع بھی زمانہ نبوی میں پیدا ہوا تھا۔ اور آپ اسکی طرف منسوب ہو کر شافعی کہلاتے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب اسطرح ہے محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف جد رسول اللہ صلعم + پس آپ رسول اللہ صلعم سے عبد مناف پر جا ملتے ہیں۔

بشارت نبوی

حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے آپ کی بشارت کے متعلق

توالی التاسیس میں دو حدیثیں بیان کی ہیں۔ جن میں آپ کے وجود باجود کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی حدیث بروایت ابن مسعود رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا تسبوا قریشا فان عالمہا یملأ الارض علما الحدیث (ترجمہ) (لوگو!) قریش کو گالی نہ دیا کرو کیونکہ ان میں ایک عالم ایسا ہوگا جو دنیا کو علم سے بھر دیگا "یہ مضمون صحابہ میں سے علاوہ حضرت ابن مسعود کے حضرت ابو ہریرہ حضرت علی رض اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ اور محدثین میں سے اسے ابوداؤد طیاسی نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور امام بیہقی وغیرہم نے روایت کیا۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کے سب طرق کو جمع کر کے نظر کیجائے تو روشن ہو جاتا ہے۔ کہ اس حدیث کا کچھ اصل ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی امام بیہقی کے اس قول کی تائید کی ہم جب سے امام شافعی کی لیاقت علمی نے لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ جمایا تب سے علماء پر آپ کا اس حدیث کا سچا مصداق ہونا پورا پورا ظاہر ہوگیا۔ چنانچہ جب امام شافعی رح کی امام اعظم کے لائق شاگرد امام محمد رح کے ساتھ بعض مسائل میں گفتگو ہوئی اور مناظرہ میں امام شافعی غالب رہے۔ تو یہ خبر خلیفہ ہارون رشید کو پہونچی۔ خلیفہ نے آپکو بلا بھیجا اور بہت تعظیم و تکریم کی اور آپکے مناظرہ کی کیفیت سنکر نہایت خوشی سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے سچ کہا۔ کہ "قریش کی تعظیم کرو۔ اور انکو مقدم جانو۔ کیونکہ ان میں کا ایک عالم ایسا ہوگا۔ جو دنیا کو علم سے بھر دیگا" اسی طرح ابونعیم جرجانی نے کہا۔ کہ اگرچہ علمائے قریش کے ہر عالم کا علم خواہ صحابہ میں سے تھا۔ خواہ ان کے بعد کے لوگوں میں سے بہت ظاہر و مشہور ہوا۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کے علم کی شہرت اور کثرت اور اس کا دنیا کے ہر حصے میں پھیلنا اسقدر

نہیں ہوا۔ جتنا امام شافعی کے مذہب کو ہوا۔ حتیٰ کہ یہی امر غالب نظر آتا ہے کہ اس حدیث مذکور سے مراد امام شافعی ہی ہیں۔ کیونکہ اسمیں انکی طرف اشارہ مذکور ہے۔ اسی طرح اس سے پیشتر امام احمد نے بھی اس حدیث کا مصداق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی کو کہا ہے۔

دوسری حدیث ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ اس امت مرحومہ کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص پیدا کیا کریگا۔ جو اپنے زمانے کے لوگوں کے دین کی تجدید کیا کریں گے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں بروائیت ابوہریرہ اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن عدی نے مقدمہ کامل میں روائیت کیا۔

امام بیہقی نے روائیت کیا کہ امام احمد نے فرمایا کہ جب مجھے کوئی ایسے مسئلے کی بابت پوچھے جسمیں مجھے کوئی حدیث معلوم نہ ہو۔ تو میں امام شافعی کا قول بیان کیا کرتا ہوں کیونکہ وہ قبیلہ قریش میں سے امام ہیں۔ اور نبی صلعم سے مروی ہے کہ قریش میں سے ایک عالم ایسا ہوگا جو زمین کو علم سے بھر دیگا۔ اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی پر ایسا شخص پیدا کرتا رہیگا جو اس اپنے زمانے کے لوگوں کو دین سکھائیگا۔ پس بموجب اس حدیث کے پہلی صدی کا مجدد تو خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز ہے اور دوسری صدی کا امام شافعی رح ہے اسیطرح امام باقر علیہ الرحمۃ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دیگر اصحاب سے سنا کہ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رح ہیں۔ اور دوسری کے امام شافعی ہیں۔ غرض امام شافعی کے مجدد تسلیم کرنے اور حدیث مجددین کا مصداق ہونے

پر علما و امت کا اتفاق ہے۔ پس جب رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے وہ بشارتیں آپ کے حق میں وارد ہیں تو آپ کے جلیل الشان امام ہونے میں کیا شک ہے۔

تحصیل علم

رسول اللہ صلعم کی طرح مہربان والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے بچپن ہی سے اٹھ گیا تھا۔ آپ کی تربیت آپ کے دادانے کی تھی۔ تحصیل علم کا آپ کو شروع سے از حد شوق تھا۔ اور طبیعت کو ہر علم و فن سے طبعی مذاق و مناسبت تھی۔ منعم حکیم نے طبیعت ایسی سلیم اور ذہن ایسا رسا اور حافظہ ایسا قوی بخشا تھا کہ غالباً جس بات کو ایک دفعہ پڑھتے سنتے اسکا صحیح نقش آپ کے دل میں ایسا اترتا کہ اسکا نشان مدت العمر نہ مٹتا۔ چنانچہ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ اور دس سال کے تھے کہ موطا امام مالک از بر کیا۔ گویا دس سال کی عمر میں حافظ القرآن والسنۃ ہو گئے۔ شیخ سعدی شیرازی نے جو ایک شافعی المذہب مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ کیا اچھا کہا ہے "بزرگی بعقل است نہ بسال"۔ حمیدی نے جو آپ کے شاگردوں میں سے ہے نقل کیا۔ کہ آپ فرماتے تھے کہ میں ایک یتیم لڑکا اپنی ماں کی کفالت میں تھا۔ اور ہمارے پاس مال نہیں تھا۔ (کہ ضروریات پوری ہو سکیں) اور میرا استاد اسبات کا خواہاں تھا۔ کہ میں انکی جگہ بنا کروں جبکہ وہ (مجلس) سے) اٹھ جایا کرے پس جب میں نے قرآن شریف حفظ کر لیا تو مسجد میں جا کر علماء کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اور جو مسائل و احادیث وہ بیان کرتے انکو یاد کر لیتا۔ ہمارا گھر شعب خیف میں تھا۔ (جہاں سے بہت سی ہڈیاں دستیاب ہو سکتی تھیں۔ پس ناداری کی وجہ سے) میں ہڈیوں پر لکھتا تھا اور جب زیادہ ہو جاتیں تو ایک بڑے مٹکے میں ڈالدیتا۔

ابتدا میں آپکو فن شعر اور علم تاریخ اور علم ادب سیکھنے کا بہت شوق تھا پھر چھٹپن ہی میں علم فقہ کی طرف توجہ ہو گئی اور کچھ عرصہ مسلم بن خالد مفتی مکہ کے پاس رہے۔ اور پھر وہاں سے تیرہ چودہ سال کی عمر میں امام مالک رح کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ علم قیافہ میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ پہلے ہی روز فراست سے معلوم کر لیا۔ کہ یہ لڑکا ہونہار نظر آتا ہے۔ کسی روز کو کچھ بن نکلیگا۔ اسلئے آپ کو بہت محبت کرنے لگے۔ اور نہایت شفقت سے پڑھایا۔ امام مالک رح کو شاگرد کیا ملا۔ ہاتھ بٹانے کے لئے ایک خلیفہ مل گیا۔ موطا تو آپکو پہلے ہی حفظ تھا۔ صرف آٹھ مہینے خدمت میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ جو لوگ دور دراز شہروں سے سفر کر کے علم سیکھنے کے لئے امام مالک رح کے پاس آتے اُن کو امام شافعی ہی اپنے حفظ سے املا کرایا کرتے تھے۔ امام شافعی رح نے علم حدیث مکہ۔ مدینہ۔ یمن۔ عراق اور مصر کے بہت سے شیوخ سے روایت کیا ان میں سے بعض یہ ہیں۔ امام مالک۔ اسمٰعیل بن جعفر۔ ابراہیم بن ابی یحییٰ عبد الرحمٰن ماجشون۔ اور آپ سے بھی کثیر التعداد لوگوں نے روایت کی مثلاً امام احمد حمیدی ابو عبید۔ بویطی۔ ابو ثور رح۔ زعفرانی وغیرہم۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی طلب میں کئی راتوں اور دنوں کا سفر کیا کرتا تھا۔

زمانہ طالب علمی میں آپنے کئی بشارتیں دیکھیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں بہت چھوٹا تھا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے لوگوں کا امام ہو کر ان کو نماز پڑھائی اور پھر اسکو دینی مسئلے سکھانے لگا۔ میں بھی (سیکھنے کی حرص سے) اُس کے قریب ہوا۔ اور عرض کی کہ کچھ مجھے بھی سکھائیے

اس بزرگ نے اپنی آستین سے ایک میزان (ترازو) نکالا۔ اور مجھے دیکر کہنے لگا کہ یہ تیرا ہی ہے۔ مینے یہ خواب ایک تعبیر دان کو سنایا۔ اس نے مجھے کہا تو علم میں امامت کے رتبے کو پہونچے گا۔ اور سیدھے رستے اور سنت نبوی ؐ پر ہوگا۔

دیگر۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا "اے لڑکے تو کس قوم میں سے ہے" مینے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم آپ کی قوم میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا "میرے نزدیک آ" میں آپ کے پاس ہوا۔ تو آپ نے اپنا لعاب دہن لیا۔ مینے اپنا منہ کھولا۔ اور آپ نے وہ مبارک لعاب میری زبان اور ہونٹوں پر ملدیا۔ اور فرمایا "جا اللہ تجھے برکت دے" اس کے بعد پھر کسی حدیث اور شعر میں مجھ سے غلطی نہیں ہوئی۔

تعریف و ثنا آپ علوم اسلامیہ مروجہ میں سے ہر فن میں کامل تھے۔ اور آپکو کبھی بھی کسی نے کم علم ہونے یا کسی فن میں سے ناواقف ہونیکا الزام نہیں لگایا علم ادب و لغت میں بھی آپ مسلم اُستاد تھے۔ اور آپ کا بیان نہایت فصیح تھا اور اس فن میں سند مانا گیا ہے۔ فن شاعری میں بھی آپ کا مذاق بہت لطیف تھا۔ آپ کا علم حدیث و فقہ میں امام ہونا تو ایسا مسلم ہے کہ محتاج بیان نہیں تواریخ عرب سے بھی آپ خوب واقف تھے۔ آپ کی ذہانت اور استعداد علمی کے کُل لوگ قایل تھے۔ اور ہیں۔ چنانچہ آپ کے بہت سے مشایخ بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ مثلاً امام مالک رح فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس قریشی لڑکے یعنے امام شافعی سے بڑھکر سمجھدار اور ذہین علم سیکھنے کے لئے کوئی نہیں آیا۔ اور ابو حسان زیادی کہتے ہیں کہ

یعنے امام محمد رح شاگرد امام ابو حنیفہ کو کبھی نہیں دیکھا۔ کہ امام شافعی سے بڑھکر کسی کی تعظیم کرے۔ چنانچہ ایک روز امام شافعی آپ کے پاس آئے آپ سوار ہوکر کہیں چلے تھے۔ آپ نے امام شافعی کو دیکھا۔ کہ آرہے ہیں۔ آپکو ساتھ لیکر گھر کو واپس چلے گئے۔ سارا دن اور رات تخلیہ میں علمی مذاکرات کرتے رہے اور کسی شخص کو اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ امام محمد رح نے امام شافعی کی تعریف میں فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے امام ابو حنیفہ کی کتاب اوسط مانگ کر لی اور ساری کتاب کو ایک دن رات میں حفظ کر لیا۔ اسی طرح آپ کے دیگر ہمعصر بھی آپ کی تعریف میں متفق ہیں۔ اور آپ کے لائق شاگرد منصب امامت کے اعلےٰ درجہ پر پہونچنے کے بعد بھی آپ کی صفت وثنا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد رح سے آپ کے بیٹے نے پوچھا کہ امام شافعی کون شخص ہیں کہ آپ ہمیشہ اُن کے لئے دُعا کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا! شافعی دنیا کے لئے مثل آفتاب کے ہے۔ اور بدن کے لئے مثل عافیت کے ہے۔ کیا کوئی ایسی چیز ہے کہ ان دونوں کا بدل وعوض ہوسکے تیس سال گزرے ہیں کہ کبھی میں انکے لئے دُعا کئے بغیر نہیں سویا۔ امام احمد رح یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ناسخ ومنسوخ اور خاص وعام اور مجمل ومفصل حدیث کی شناخت حاصل نہوئی جبتک کہ امام شافعی کے پاس نہ بیٹھا۔ یعنے اُن اُمور میں صرف انہی سے شناخت حاصل ہوئی۔ قاسم بن سلام کہتے ہیں۔ کہ مینے امام شافعی سے بڑھکر کامل کسی کو نہیں دیکھا۔ زعفرانی کہتے ہیں کہ میں جب کبھی امام شافعی کی خدمت میں آیا۔ تو امام احمد رح کو فوائد علمیہ حاصل کرتے ہوئے آپ کے پاس ہی پایا۔

امام احمد رح یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی کے ہاتھ میں قلم ودوات ہو (یعنے جو کوئی علم حدیث لکھتا ہے) اسکی گردن پر امام شافعی کا احسان ہے۔

امام ابو ثور کہتے ہیں کہ جو کوئی کہے کہ میں نے علم و فصاحت و ذہانت و پختگی علم میں کسی کو امام شافعی کے برابر دیکھا ہے۔ تو وہ دروغگو ہے۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں آپ کا نظیر کوئی نہیں تھا۔ اور جب آپ فوت ہوئے تو پیچھے اپنا بدل نہ چھوڑا۔ داؤد بن علی اصبہانی کہتے ہیں کہ امام شافعی رح میں ایسے کمالات مجتمع تھے۔ جو کسی اور کو حاصل نہ تھے۔ مثلاً شرافت نسب و منصب کہ آپ رح نبی صلعم کے قبیلہ میں سے تھے۔ اور صحت و سلامتی اعتقاد کہ اہل بدعت کی ہوا تک آپ کو نہ چھوئی تھی۔ اور سخاوت و بخشش اور صحیح و ضعیف اور ناسخ و منسوخ حدیث کی پہچان۔ اور قرآن کریم اور حدیث شریف کا حافظ ہونا۔ اور تواریخ نبویہ و واقعات خلفائے راشدین کا پورے طور پر واقف ہونا اور مخالفین کی ملمع سازی کا پُرزور دلائل سے رد کرنا اور بڑے بڑے اماموں اور مجتہدوں کا اُستاد ہونا

شمائل و خصائل آپ دراز قد۔ بلند گردن۔ ہلکے پھلکے تھے۔ رنگ کھلا ہوا تھا۔ چہرے کے نقش ایسے خوبصورت تھے کہ دیکھنے سے محبت اور ہیبت پیدا ہو۔ شیریں زبان اور فصیح بیان تھے۔ ظاہری خوبصورتی کے ساتھ باطنی خوبیوں سے بھی خوب آراستہ تھے۔ چنانچہ سخاوت میں تو ضرب المثل تھے۔ مال و دولت کی آپ کی نظر میں کچھ قدر نہ تھی۔ اور اس کے خرچ کرنے اور خیرات کرنے میں آپ کو ہرگز دریغ نہ تھا۔ فقرا و مساکین کے ساتھ احسان و سلوک آپکا خاص خلق تھا۔ چنانچہ عمرو بن سواد سرجی فرماتے ہیں کہ امام شافعی رح درہم و دینار اور طعام (یعنے حسب حال سب چیز) کے دینے میں سب سے بڑھکر سخی تھے۔

ابو ثور کہتے ہیں کہ امام شافعی رح نے مکہ شریف سے سفر کرنیکا ارادہ کیا

ان دنوں آپ کے پاس کچھ مال تھا۔ مینے کہا کاش آپ اس مال میں سے اپنی اولاد کے لئے کچھ جائیداد خرید کریں۔ کیونکہ کھُلے دل کی سخاوت کے سبب آپ کے پاس کبھی بھی کچھ بچا نہ رہتا تھا۔ پس آپ سفر کو چلے گئے اور جب واپس آئے تو پھر مینے اس امر کی بابت ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمرلف میں مجھے کوئی ایسی جائداد نہیں ملی۔ جسے میں خرید سکوں۔ کیونکہ میں اس کے اصل سے واقف ہوں۔ لیکن مینے منیٰ میں ایک سرائے بنوادی ہے۔ تاکہ اسمیں حجاج لوگ اُترا کریں۔ ابو ثور کہتے ہیں۔ آپ نے میرے چہرے پر اس بات سے کچھ ملال کا اثر دیکھا۔ اور میری تسلی کے لئے یہ شعر پڑھے ؎

۱ اذا اصبحت عندی قوت یوم	فخل الہم عنی یا سعید
۲ ولا یخطر ہموم غد ببالی	فان غد لہ رزق جدید
۳ اسلم ان اراد اللہ امرا	واترک ما ارید لما یرید

(۱) یعنی جب میرے پاس صبح کے وقت ایک دن خوراک موجود ہو تو اے سعید مجھے غم میں ڈالنے کی کوشش نہ کر (۲) میرے دل میں کل کے لئے تفکرات جمع نہیں ہوتے۔ کیونکہ جیسا کل نیا دن ہے۔ ویسا اُس کے لئے رزق بھی نیا ہے۔ (۳) جس وقت اللہ تعالیٰ کوئی امر چاہتا ہے تو میں سر تسلیم جھکا دیتا ہوں۔ اور اپنے ارادے کو اُس کے ارادے پر چھوڑتا ہوں۔

عبد اللہ بن عبد الحکیم نے آپ سے کہا کہ اگر آپ مصر میں سکونت کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ کے پاس ایک سال کا خرچ ضرور جمع چاہئے اور حاکم وقت کے پاس مجلس بھی چاہئے۔ کیونکہ اسمیں عزت ہوتی ہے آپنے فرمایا جس شخص کو تقوی سے عزت حاصل نہ ہو۔ اسکی کچھ عزت نہیں میں مقام غزہ میں پیدا ہوا تھا۔ اور میں نے حجاز میں پرورش پائی۔ ہمارے

پاس ایک رات کی بھی قوت نہ تھی۔ مگر (الحمد للہ) رات کو کبھی بھوکے نہ سوئے تھے
آپ کے ساتھ اگر کوئی تھوڑا سا بھی سلوک کرتا تو اُس کے عوض میں آپ اُسپیر
بہت انعام و احسان کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے شاگرد امام ربیع کہتے ہیں کہ امام
شافعی کو میں نے دیکھا کہ آپ (عربی) گدھے پر سوار ہو کر بازار کفش دوزاں میں
سے گزر رہے ہیں۔ اچانک آپ کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑا۔ کفش دوزوں کے
لڑکوں میں سے ایک نے لپک کر آپ کا کوڑا پکڑا اور اُسے آستیں سے
صاف کر کے آپ کو پکڑا دیا۔ آپنے اپنے غلام کو حکم دیا۔ کہ جو دینار تیرے پاس
ہیں۔ وہ اس لڑکے کو دیدے۔ آپ کا غلام کہتا ہے مجھے ٹھیک یاد نہیں رہا
کہ وہ دینار سات تھے یا نو تھے (مینے سب کے سب بموجب حکم دیدئے)

آپ کو تیر اندازی کا بھی بہت شوق تھا۔ اور اس میں آپ خوب مشاق تھے
چنانچہ مشہور ہے کہ اگر آپ دس تیر پھینکتے تو اُن میں سے کوئی بھی خطا نہ
جاتا۔ اسی طرح اس فن کے مشاقوں کی قدر بھی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ
آپ نے ایک شخص کو نشانے پر تیر اندازی کرتے دیکھا۔ اس شخص نے کئی
نشانے تاک سے لگائے اور سب میں کامیاب ہوا۔ امام شافعی نے آفرین
کہی۔ اور اُس کے لئے برکت کی دعا کی۔ اور مزنی کو جو آپ کے شاگرد تھے
اور اسوقت ساتھ تھے فرمانے لگے۔ کہ تمہارے پاس کیا کچھ ہے۔ انہوں نے
کہا تین ۳ دینار ہیں آپ نے فرمایا اس تیر انداز کو دیدو۔ اور میری طرف سے
عذر کرو۔ کہ اسوقت ہمارے پاس اتنے ہی تھے۔ اسی طرح آپ کی فراخ
حوصلگی کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ اُن کے مطالعہ سے بے تامل ماننا
پڑتا ہے۔ کہ یہ خلق آپ میں طبعی تھا۔

آپنے چھ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا تھا اور ہمیشہ تلاوت کرتے

رہتے تھے۔ خاصکر رمضان شریف میں جسطرح سخاوت کثرت سے کرتے تھے اُسی طرح قرآن شریف کی تلاوت بھی بہت کرتے تھے۔ چنانچہ ہر دن رات میں دو ختم کرتے تھے۔ یعنے سارے رمضان شریف میں ساٹھ بار قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ عموماً رات کیوقت بھی بہت عبادت کرتے تھے۔ اور نماز تہجد میں لمبی قرأت پڑھتے تھے۔ چنانچہ حسین بن علی کرابیسی کہتے ہیں کہ میں امام شافعی کے پاس اسّی دن تک رہا۔ اور آپ کے پاس ہی سوتا رہا آپ رات کا تیسرا حصہ رہے اٹھتے اور نماز پڑھتے اور ہر رکعت میں پچاس آیت پڑھتے۔ اور رحمت پر پہونچتے۔ تو اپنے لئے اور عام مومن مرد عورتوں کے لئے رحمت کا سوال کرتے۔ اور عذاب کی آیت پر اپنے لیئے اور عام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے عذاب سے پناہ مانگتے۔

امام مالک رح کے ذکر میں ہم نے وعدہ کیا تھا۔ کہ امام شافعی رح کے ذکر میں آپ کی دریا دلی اور سخاوت کی ایک مثال ذکر کیجائیگی۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب امام شافعی رح بغداد میں تھے۔ تو آپ کو خیال آیا۔ کہ ایک اور بار اپنے مہربان اُستاد امام مالک رح کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔ چنانچہ جب آپ مدینہ شریف میں وارد ہوئے۔ اور امام صاحب سے ملاقات کی۔ تو دیکھا کہ امام مالک رح کو بہت سی امیرانہ سامان میسّر ہیں۔ آپ فکر مند ہوئے۔ امام مالک رح نے ہی فکرمندی کو آپ کے بشرے سے پہچان لیا اور کہنے لگے۔ کہ میں دُنیا دار نہیں ہوگیا ہوں اور نہ یہ مال و دولت حرام وجہ سے حاصل شدہ ہے۔ یہ سب کچھ میرے پاس ہدیہ اور تحفے کے طور پر پہنچا ہوا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے۔ امام مالک رح نے اس امر کے ثبوت کے لئے کہ میرا دل ان چیزوں سے لگا ہوا نہیں امام شافعی سے کہا کہ اتنا مال و دولت

اور ساز و سامان آپ لیجائیے۔ امام شافعی رح وہ مال لیکر اپنے وطن مکہ شریف کو روانہ ہوئے۔ جب شہر تک پہونچے تو ایک بڑھیا ملی جو اس مال کو دیکھکر حیران ہوگئی اور کہنے لگی کہ یہ لڑکا کل اس شہر سے تنگدستی کی حالت میں گیا تھا۔ اور آج مالامال ہوکر آیا ہے پھر آپ سے مخاطب ہوکر کہنے لگی۔ کہ اس مال کو راہ خدا میں تقسیم کردو۔ آپ رح نے ایسا ہی کیا۔ یہ خبر امام مالک رح کو پہونچی اور آپ اسپر ایسے خوش ہوئے۔ کہ امام شافعی کے لیئے اپنے مال میں سے ہر سال اتنا ہی وظیفہ مقرر کردیا امام شافعی رح بھی اس مال کو صرف اپنی ہی ضروریات پر خرچ نہ کرتے بلکہ حسب عادت محتاجوں اور فقیروں کو بھی بانٹتے۔

گیارہ سال تک یہ دستور جاری رہا۔ جب امام مالک رح فوت ہوگئے اور آپ کو ایسے اسباب معاش جو آپ کی عادت سخاوت کے مناسب ہوں مہیا نہ ہوسکے۔ تو آپ نے مصر کا سفر کیا۔ وہاں کا ایک امیر قدردانی کی راہ سے آپ کے اخراجات کا متکفل ہوا۔ اور آپ کو اس ملک میں اشاعت علم و تصنیف کا خوب موقع ملا۔ یہی سبب ہے کہ اہل مصر کا مذہب شافعی ہے۔

تصنیف آپ نے علم حدیث کے متعلق بہت کتابیں لکھیں اور وہ سب کی سب نہایت مفید و مقبول ہیں۔ علم حدیث کے اصول وضع کرنے میں آپ سب سے اول مانے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے ہمعصروں میں زبان زد ہو رہا تھا۔ کہ اصحاب حدیث سوئے ہوئے تھے۔ امام شافعی نے آکر اُن کو جگا دیا۔

ان تصنیفات کے باعث کئی امر تھے۔ اول تو یہ کہ حدیث کے پرکھنے اور صحیح و ضعیف کی تمیز میں لوگوں کو بہت دقت تھی۔ آپ نے اس فن میں ایسے اصول سے بحث کی کہ لوگوں کے لیئے میدان صاف کردیا۔ پس اپنی تیزی طبیعت اور خداداد ملکہ خود ایک محرک تھا۔ کہ لوگوں کی سہولت کے لیئے کچھ

قواعد و اصول لکھے جائیں۔ تصنیف کتب کا دوسرا باعث یہ ہوا جو آپ خود فرماتے ہیں کہ اہل حدیث میرے پاس جمع ہو کر آئے کہ امام ابو حنیفہ رح کی کتاب پر کچھ لکھوں میں نے جواب دیا جب تک میں اُن کی کتابوں کو مطالعہ کر کے اُنکے اقوال کو نہ جانوں اُنکے جواب میں کیا لکھوں۔ پس اس طرح سے امام محمد رح کی کتابیں لکھوائیں اور اُن میں ایک سال تک نظر کی حتے کہ حفظ کرلیں پھر میں نے کتاب بغدادی لکھی۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ کی کتابوں پر ساٹھ دینار خرچ کئے پھر اُن کو خوب غور و فکر سے پڑھا۔ اور ہر مسئلہ کے ذیل میں اسکی تردید میں حدیث لکھی۔ اسی طرح اندلس میں امام مالک رح کے مذہب کا جیسا کہ اب تک ہے۔ بہت رواج تھا۔ وہ بھی حدیث صحیح کے مقابلے میں امام مالکؒ کے قول کو قبول کرتے تھے پس ان لوگوں کی اصلاح کے لئے بھی آپ کو بعض کتابیں تصنیف کرنی پڑیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال تک اس امر میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ ان سب تصانیف میں آپ کی نیت نہایت درست اور ہر طرح کے غل و غش سے بالکل پاک تھی چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی سے کبھی غلبہ حاصل کرنے کی نیت سے مناظرہ نہیں کیا۔ اور میں تو بہت چاہتا ہوں کہ سب لوگ میری کتاب کو سیکھ لیں۔ اور اس میں سے کچھ بھی میری طرف منسوب نہو۔ آپ کو حدیث نبوی صلعم اور اہل حدیث سے کمال محبت تھی۔ اور اُن کی بہت قدر کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو کچھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم میں سے کہا جائے وہی حق ہے۔ اور باقی اُسکے سوائے سب کچھ ہذیان ہے۔

بویطی (آپ کے شاگرد) کہتے ہیں۔ کہ میں نے آپ کو کہتے سنا کہ اہل حدیث (کی اقتدا) کو لازم پکڑو۔ کیونکہ دوسروں سے بہت ٹھیک راہ پر ہیں۔ آپ یہ

بھی فرماتے تھے کہ جب تو اہل حدیث میں سے کسی شخص کو دیکھے۔ تو گویا تو نے نبی صلعم کے اصحاب میں سے کسی کو دیکھا۔ اللہ تعالے اُن کو نیک جزا دیوے۔ کہ اُنہوں نے ہمارے لئے رسول اللہ صلعم کی حدیث کو جو اجتہاد و قیاس کا اصل ہے، محفوظ رکھا۔ (اور اُسے ہم تک روایت کیا) پس اُن کو ہم پر فضیلت ہے"

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اہل حدیث کو جو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تشبیہہ دی ہے وہ معنوی ہے۔ کیونکہ جیسے اصحاب رضی اللہ عنہم خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حاصل کرتے تھے اور نبی صلعم کے پاک کلمات سے مستفیض ہوتے تھے۔ ایسے ہی اہل حدیث بھی بفضلہ تعالے مطالعہ کتب حدیث اور محبت سنت نبویہ صلعم سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے سینوں کو روشن کرتے ہیں پس اُنکو بھی معنوی صحبت حاصل ہے اسی معنے میں اہلحدیث کی شان میں کہا گیا ہے۔ ؎

اهل الحديث هموا اهل النبي وان لم يصحبوا لفنسه انفاسه صحبوا

یعنے اہلحدیث ہی اہل نبی صلعم ہیں۔ اگرچہ انکو اسوقت نبی صلعم کی جسمانی صحبت حاصل نہیں۔ لیکن آپ کے انفاس طیبہ یعنے حدیث شریف کی صحبت تو حاصل ہے"۔ اللّٰهم احيني متمسكا بسنة نبيك وامتني عليها واحشرني في زمرة المتمسكين بها۔

تصنیفات میں آپکا بیان نہایت صاف اور سہل اور عام فہم ہے چنانچہ ربیع بن سلیمان (آپ کے شاگرد) فرماتے ہیں کہ اگر تم امام شافعی رح کو دیکھو اور آپ کے حسن بیان اور فصاحت و بلاغت کو جانو تو تعجب کرو۔ اور اگر آپ اپنی تصانیف کو اس عربیت میں لکھتے جس میں وہ مناظرہ میں ہم سے کلام کرتے تھے۔ تو فصاحت و غرابت الفاظ کی وجہ سے سمجھنی مشکل ہوتی۔ لیکن آپ تالیف

میں یہی کوشش کرتے تھے کہ اسے عوام کے لئے واضح کر کے لکھیں۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ رسالہ قدیمہ وجدیدہ۔ اختلاف الحدیث۔ کتاب السنن۔ جماع العلم۔ ابطال الاستحسان۔ احکام القرآن۔ بیان الفرض۔ کتاب الام وغیرہ وغیرہ۔

ان سب میں سے کتاب الام بہت مشہور اور مفید ہے۔ اس میں فقہی ترتیب پر ایک سو چالیس سے زیادہ کتابیں ہیں۔ اکثر کتابیں آپنے علالت میں لکھیں آپ کو مرض بواسیر نہایت شدت سے تھا۔

وفات حسرت آیات ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام مزنی (آپکے شاگرد) آپ کے پاس مرضِ موت میں عیادت کو آئے اور پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا اصبحت من الدنیا راحلا وللاخوان مفارقا ولکاس الموت شاربا وعلی اللہ واردا ولسوء اعمالی ملاقیا۔ یعنی میں نے صبح کی اس حال میں کہ دنیا سے رحلت کرنیوالا ہوں اور اپنے دوستوں اور بھائیوں سے جدا ہونیوالا ہوں۔ اور موت کا پیالہ پینے والا ہوں۔ اور اللہ کے حضور میں وارد ہونیوالا ہوں۔ اور اپنی بداعمالیوں کی ملاقات کرنیوالا ہوں۔" پھر اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ شعر پڑھنے لگے ؎

الیک الہ الخلق ارفع رغبتی	وان کنت یا ذا المن والجود مجرما
تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ	بعفوک ربی کان عفوک اعظما

(ترجمہ) اے سب مخلوق کے معبود برحق میں اپنی دلی رغبت صرف تیری طرف کرتا ہوں اگرچہ اے بڑے احسان اور بخشش کرنیوالے میں گنہگار ہوں۔ مجھے میرے گناہ بڑے نظر آتے ہیں۔ مگر اے پروردگار جب انکو تیری بخشش کے ساتھ ملا کر دیکھتا ہوں تو تیری بخشش ان سے زیادہ بڑی نظر آتی ہے۔

محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں کہ میں نے اشہب کو امام شافعی کے حق میں موت کی دعا کرتے سنا۔ تو میں نے یہ امر امام شافعی سے ذکر کیا۔ آپ نے

اسپر یہ شعر پڑھے۔ ؎

تمنی رجال ان اموت وان امت　　فتلک سبیل لست فیہا باوحد

فقل للذی یبغی خلاف الذی مضے　　تھیا لاخرے مثلھا وکان قد

(ترجمہ) بعض لوگ میری موت کی آرزو کرتے ہیں اور اگر میں مرجاؤنگا تو (کیا ہوگا) یہ تو ایسی راہ ہے جس میں میں اکیلا نہیں ہوں"۔ پس تو اس شخص کو جو اس امر کے خلاف چاہتا ہے جو قدیم سے جاری ہے کہدے کہ تو اسکی مثل دوسری کے لئے تیار رہ۔ اور وہ تو آچکی ہے۔

محمدؐ بن عبداللہ مذکور کہتے ہیں کہ جب امام شافعی رح فوت ہوگئے تو۔ اُن کا ایک غلام جو آپؒ کا کھانا پکایا کرتا تھا۔ اشہب مذکور نے خرید لیا۔ اور اشہب امام شافعیؒ کی وفات کے بعد اٹھارہ روز بعد فوت ہوگیا۔ پھر میں نے وہ غلام خریدنا چاہا تو کسی نے مجھے منع کیا۔ کہ اُسنے چند دنوں میں دو عالموں کو دفن کردیا ہے۔ (اس کے شگون اچھے نہیں اسے نہ خریدو) پس میں نے بدشگونی کا تو لحاظ نہ کیا اور اُس کو خرید لیا۔ اشہب مذکور کی موت پر کسی نے یہ کہا ؎

اشہب لما ان دعا ساجدا　　علے امام طاب فی رمسہ

ما عاش شہرا کاملا بعدہ　　وکان کالداعی علی نفسہ

(ترجمہ) جب اشہب نے سجدہ میں امام (شافعیؒ) پر جو قبر میں آرام گیر ہوئے دعائے موت کی تو اُنکے بعد خود ایک ماہ کامل بھی زندہ نہ رہا گویا کہ وہ خود اپنے نفس پر دعا کرتا تھا"۔

بروز جمعہ بعد عصر آخر ماہ رجب ۲۰۴ھ ہجری میں یہ فلکِ علم کا آفتاب سرزمین مصر میں چھپ گیا۔ اور سارے جہان پر اندھیرا چھا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اَللّٰھُمَّ ارحم علماء امۃ نبیک +

آپ کی وفات کے بعد بہت سے بزرگوں پر آپ کی قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے چنانچہ ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ہم آپ کے جنازے سے واپس آئے تو شعبان کا ہلال دیکھا۔ اور رات کو آپ رح کو خواب میں دیکھا۔ تو پوچھا کہ اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سنہری کرسی پر بٹھایا۔ اور مجھ پر سے موتی نثار کئے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ جب امام ابوزرعہ رازی فوت ہوئے تو میں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ خدا تعالی نے آپ سے کیا سلوک کیا کہنے لگے اللہ تعالی نے میرے حق میں فرمایا کہ اسکو ابو عبد اللہ اور ابو عبد اللہ اور ابو عبد اللہ کے ساتھ ملا دو۔ پہلے سے امام مالک رح۔ دوسرے سے امام شافعی رح تیسرے سے امام احمد بن حنبل رح مراد ہیں۔ آپ کے مناقب میں چالیس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اور ہر زمانے کے عالم فاضل آپکے علمی کمالات کے قائل ہیں۔

آپ کا کلام کیا نظم اور کیا نثر بہت حکمت آموز ہے۔ جو آپ کے کامل العقل ہونے کی ظاہر دلیل ہے۔ مثلاً آپ کا یہ قول ان للعقل حدا ینتھی الیہ کما ان للبصر حدا ینتھی الیہ یعنے جس طرح کہ ظاہری بینائی کی انتہا کی ایک حد ہے اسی طرح ادراک اور عقل کے انتہا کی بھی ایک حد ہے۔

دیگر۔ الانبساط الی الناس مجلبۃ لقرناء السوء والانقباض عنھم مکسبۃ للعداوۃ فکن بین المنقبض والمنبسط (ترجمہ) یعنے لوگوں کے ساتھ زیادہ کھلے دل سے ملنا بُرے ہمنشینوں کے پاس آجانے کا سبب ہوتا ہے۔ اور اُن سے تنگ دل رہنا عداوت کا موجب ہوجاتا ہے۔ پس تجھے چاہئے کہ فراخدلی اور تنگدلی کے درمیان رہے۔

امام اہل السنۃ والمحدثین علی الاطلاق الامام ابو عبد اللہ

احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی

علیہ سحائب رحمۃ اللہ تعالیٰ

نسب وولادت آپ شہر بغداد میں امام ابو حنیفہ رح کی وفات اور امام شافعی کی پیدائش سے ۱۴ برس بعد ماہ ربیع الاول سنہ ۱۶۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ بنی شیبان بن ذہل سے ہیں اور آپ کی نسب جناب رسول اللہ صلعم سے پشت میں نزار بن معدؔ پر جا ملتی ہے۔

خصائل وشمائل آپ میانہ قد۔ خوش رنگ اور خوبصورت تھے۔ ریش مبارک کو حنا لگایا کرتے تھے۔ آپ نہایت مسکین مزاج درویش صورت اور سادہ تھے حُبِ دنیا سے آپ کا دل بالکل پاک تھا۔ ستر سال تک بڑے صبر واستقلال سے فقر اختیار کئے رکھا۔ اور کسی سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ محمد بن موسٰے کہتے ہیں کہ حسن بن عبدالعزیز کو مصر سے ایک لاکھ دینار زر سرخ میراث میں ملا۔ انہوں نے اس میں سے تیس ہزار دینار امام احمد بن حنبل کو بھیجا اور کہا کہ مجھے حلال وجہ سے یہ میراث میں سے حصہ ملا ہے۔ آپ اسے قبول کیجئے۔ اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کیجئے۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ اور کہا مجھے اسکی حاجت نہیں ؎

گرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم
گر بآب چشمۂ خورشید دامن تر کنم

اسی طرح آپ کے زہد و توکل اور استغنا کی عجیب عجیب حکائتیں منقول ہیں۔جس سے آپ کے پائے کی بلندی ثابت ہوتی ہے۔آپ صبر و استقلال اور دینی پختگی میں ضرب المثل ہیں۔چنانچہ فرقہ معتزلہ کے ایک نامور شخص قاضی احمد بن داؤد نے خلیفہ مامون کے کان میں خلق قرآن کا مسئلہ پھونک دیا خلیفہ کے دل میں یہ عقیدہ خوب جم گیا۔اور ۲۱۸ھ ہجری میں لوگوں کو اس عقیدے کے قبول کرنے پر مجبور کرنے لگا۔اپنے نائب اسحق بن ابراہیم خزاعی کو لکھا کہ علماء کو تلوار کے زور سے یہ عقیدہ منوایا جائے۔

پس کچھ تو ڈر کے مارے روپوش ہو گئے اور بعض نے توریہ کیا۔یعنے ایسی بات کی جس سے بظاہر بادشاہ کے عقیدے کی قبولیت پائی جائے۔مگر ان الفاظ کو دوسرے معنوں میں بیان کرنے سے اپنا مذہب قرآن کا غیر مخلوق ہونا ثابت ہے۔اور بعض نے بڑی جوانمردی اور دلیری سے جام شہادت پیا۔امام احمد رح مع چند دیگر علماء کے بادشاہ کے حضور میں پکڑ کر بھیجے گئے۔جب امام صاحب مقام رقہ تک پہنچے تو طوس میں خلیفہ مامون کی وفات کی خبر پہنچی آپ رستے ہی سے بغداد کو پھر گئے۔خلیفہ نے اپنے جانشین کو اس کام کے جاری رکھنے کی وصیت کی جب معتصم خلیفہ ہوا تو اُس نے اسی مسئلہ پر امام احمد رح کو قید کیا۔اور سخت ضربیں لگوائیں۔مگر آپ نے مذہب حق سے مُونہہ نہ موڑا اور بادشاہ اور اُس کے رُعب کو ہرگز دل میں کچھ بھی نہ جانا۔

یہ زدو کوب ۲۲۵ھ ہجری رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوئی۔علی بن شعیب طوسی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک امام احمد رح اُس شخص کی مانند ہیں جسکے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔کان فی امتی ما کان فی بنی اسرائیل حتی ان المنشار لو وضع علی مفرق رأسہ ما یعرفہ ذلک عن

دینہ - یعنی وہ میری اُمت میں ایسا تھا جیسا کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی ایسا شخص ہو کہ اگر اُسکے سر پر آرہ بھی رکھا جاتا. تو اُس کا ڈر اُسکو اُسکے دین سے نہ ہٹا سکتا" - اور اگر امام احمد اس ابتلا اور امتحان میں قایم نہ رہتے تو ہم پر قیامت کے دن سخت ندامت و عار کا موجب ہوتا" انتہے سترجما - میں کہتا ہوں. کہ عاشقان سنت نبوی اور مخلصان درگاہ متعال کا یہی طریق ہے کہ وہ ہر دم جانب الٰہی کو بھاری رکھتے ہیں اور کسی کا خوف و طمع اُن کو دین حق سے نہیں پھیر سکتا - شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش موحد چہ ریزی بپائے زرش
ہمیں است بنیادِ توحید و بس امید و ہراسش نباشد زکس

اور اسی معنے میں امام شافعی رح فرماتے ہیں اشد الاعمال ثلثۃ الجود من قلۃ والورع فی خلوۃ وکلمۃ الحق عند من یرجی و یخاف - یعنے تین امر سب عملوں سے مشکل و سخت ہیں - ایک تھوڑے میں سے سخاوت - دوسرے تنہائی میں پرہیزگاری - تیسرے اُس شخص کے سامنے کلمہ حق کہنا جس سے کچھ حاصل ہونے کی اُمید ہو - اور اسکی مخالفت کا ڈر بھی ہو -

تحصیل علم ابتدائے عمر میں آپ نے اپنے وطن بغداد میں علم حاصل کیا اور اس علاقہ کے مشایخ سے سماع حدیث سے فارغ ہوئے تو آپ نے زیادت علم اور عالی سند کے شوق میں سفر اختیار کیا - چنانچہ بلاد کوفہ - بصرہ - مکہ - مدینہ یمن - شام - اور جزیرہ کا سفر کر کے علم حدیث میں یہانتک کمال حاصل کیا کہ سب پہلے پچھلوں پر فایق ہو گئے - آپ کے مشایخ بڑے جلیل القدر محدث ہیں - مثلاً یزید بن یحیٰے بن سعید بن قطان - سفیان بن عینیہ - امام شافعی - ہشیم - ابراہیم بن سعد - جریر - عمرو بن عبید - یحیٰے بن ابی زائدہ عبدالرزاق

ابن علیہ۔ ولید بن مسلم۔ وکیع۔ ابن مہدی قطان غندر۔ عفان وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ؛

امام شافعی رح سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اکثر اوقات آپکے ساتھ ہی رہتے تھے۔ چنانچہ امام زعفرانی فرماتے ہیں کہ میں جب کبھی امام شافعی رح کی خدمت میں آیا تو امام احمد رح کو آپکے پاس ہی پایا۔ آپ علم حدیث میں کُل دُنیا کے اُستاد ہیں۔ اور بڑے بڑے بزرگ محدثین آپ کے شاگرد ہیں مثلاً امام بخاری اور امام مسلم رح جنکا احسان اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے بڑھ کر ہے۔ اور امام ابو داؤد رح اور امام ابو زرعہ وغیرہم ؛

مدح وثناء پیچھے گزر چکا ہے کہ آپ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے بزرگ شاگردوں میں سے ہیں۔ اسلئے آپکے وسعت علم اور زہد وتقویٰ کی بابت امام شافعی رح کی شہادت بڑی زبردست اور قابل وثوق ہے۔ چنانچہ حرملہ بن یحیےٰ امام شافعی کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رح کو کہتے سنا کہ جب مینے بغداد سے مصر کو سفر کیا تو اپنے بعد کوئی شخص احمد بن حنبل سے بڑھکر صاحب فضل اور عالم اور فقیہہ نہ چھوڑا ؛ اسی طرح امام علی بن مدینی جو محدثین میں سے بڑے پائے کے امام اور امام بخاری رح کے اُستاد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ردت کے دن اس دین کی تائید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ اور مسئلہ (خلق قرآن کی) آزمائش کے دن امام احمد رح سے کی۔ اسی طرح امام ابو ہمام سکونی کہتے ہیں کہ امام احمد نے اپنے جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یعنے اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔

تصنیف کتب آپ نے دینیات میں بہت کتابیں لکھی ہیں چنانچہ قرآن کریم

کی ایک تفسیر لکھی - جو بہت مبسوط اور ضخیم ہے - اور نیز علم حدیث میں ایک کتاب جو مسند امام احمدؒ کے نام سے مشہور ہے لکھی - اس میں تیس ہزار حدیثیں ہیں - اسکا مسودہ تو آپ نے خود لکھا - مگر اس کی تکمیل اور ترتیب کی مہلت نہ پائی - پس بموجب مقولہ "اگر پدر نتوانست پسر تمام کند" اُسے آپکے بیٹے امام عبداللہ نے مکمل و مترتب کیا - اس کی ترتیب دوسری کتابوں کی طرح مضامین کے لحاظ سے نہیں - بلکہ ہر حدیث کو اس صحابی کے نام میں لکھا ہے جس سے وہ مروی ہے - اسی طرح سے ہر صحابی کی مرویات الگ الگ لکھی ہیں - علاوہ انکے کئی کتابیں لکھیں مثلاً کتاب الزہد - کتاب ناسخ و منسوخ - اور کتاب المنسک الکبیر اور کتاب المنسک الصغیر اور کتاب حدیث شعبہ اور کتاب فضائل ابی بکر صدیق رضہ اور کتاب فضائل حسنین رضہ اور کتاب التاریخ اور کتاب الاشربہ +

اجتہاد آپ مسائل میں رائے و قیاس سے بہت پرہیز کرتے تھے - اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں کسی غیر کے قول کی ہرگز پرواہ نہ کرتے تھے - اجتہاد کے متعلق آپ کے پانچ اصول تھے - اوّل جب کسی مسئلہ میں نص شرعی مل جائے تو اُس کی پیروی کرتے اور اُس میں زید و بکر کے خلاف سے ہرگز نہ ڈرتے اسکی نظایر بہت ہیں - کہ آپ نے بعض اختلافی مسائل میں حدیث صحیح کے مقابلہ میں حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت عثمان اور طلحہ اور ابو ایوب اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر کے خلاف کا ہرگز خیال نہیں کیا - اور اتباع سنت کو مقدم جانا - دوم - اگر کسی مسئلہ میں مرفوع حدیث نہ ملتی - اور اُس میں صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا فتویٰ بلا اختلاف ملتا - تو اُسے قبول کرتے - اور اُس سے ہرگز تجاوز نہ کرتے - اور اپنے رائے و

قیاس سے کچھ نہ کہتے۔ سوم جس مسئلہ میں صحابہ میں اختلاف ہوتا۔ اور اُس میں رسول اللہ صلعم سے تصریح ثابت نہ ہوتی۔ اُس میں بھی اپنی طرف سے الگ فتوے نہ دیتے۔ بلکہ صحابہ رضؓ کے اقوال میں سے اُسکو قبول کرتے۔ جو قرآن وحدیث کے زیادہ موافق ہو۔ اور اگر آپ کو ان اقوال میں سے کسی کی ترجیح ظاہر نہ ہوتی تو صرف اِس اختلاف کو نقل کر دیتے۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہ کہتے۔ **چہارم** حدیث مرسل اور ایسی ضعیف کو جو حسن کے رتبے پر ہو قیاس پر مقدم رکھتے تھے۔ جبکہ اِسکے خلاف کوئی صحیح حدیث یا عمل صحابہ ثابت نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رحؒ کا بھی ایسا ہی طریق تھا۔ جیسا کہ مسائل فقہیہ کے دلائل پر نظر کرنیوالوں پر مخفی نہیں **پنجم** جب سخت ضرورت پڑتی اور ان گزشتہ چاروں اصولوں میں سے کچھ نہ ہوتا۔ تو گاہے قیاس کرتے۔ اور گاہے توقف کرتے۔ چنانچہ فرمایا کرتے۔ ایاک ان تتکلم فی مسئلۃ لیس لک فیہا امام یعنے ایسے مسئلے میں کلام کرنے سے بچو جس میں سلف میں سے تمہارا کوئی امام نہو" اور کبھی سائل کو صاف کہدیتے لا ادری یعنے میں نہیں جانتا" اور اس میں ہرگز عار نہ سمجھتے۔ اور جو لوگ متبع سنت ہوں اُن سے فتوے پوچھنے کی اجازت دیتے۔ اور جو لوگ حدیث نبوی سے اعراض کریں اور اسپر عمل نہ کریں اُن سے فتوے پوچھنے کی اجازت نہ دیتے۔ اِس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اتباع سنت سے نہایت محبت تھی۔ اور بدعت اور رائے وقیاس سے سخت نفرت۔ چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فرمانبرداری اور تابعداری میں ایک کتاب لکھی۔ جس میں اُن لوگوں پر سخت رد کی ہے۔ جو اپنے رائے وقیاس سے حدیث نبوی کو معارض قرآن سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں۔ اِس کتاب کا ذکر امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں کیا ہے۔

ناظرین! آپنے امام احمد کے پانچویں اصول کا ملاحظہ کرلیا اور جان لیا کہ امام احمد رح

فرقہ اہل السنت والجماعت کے بزرگ امام ہیں۔ اسی طرح اہل سنت کے دوسرے اماموں کے بھی یہی اصول ہیں۔ اور یہ لوگ رائے وقیاس پر حدیث نبوی ؐ اور آثار صحابہ کے مقدم کرنے کی وجہ سے اہل سنت وجماعت کے پیارے لقب سے ممتاز ہوئے ہیں پس افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اہل سنت اپنے اماموں کے اُصول کو بھول جائیں اور اُن کے خلاف محض وہموں اور ظنی امروں اور بدعتوں پر عمل کریں۔ اور پھر بھی کھرے کے کھرے اہل السنت و الجماعت کہلائیں۔ اور جو لوگ حدیث نبوی کی اتباع کو اپنی خواہش ورائے پر مقدم کریں اور اُسپر عمل کرنے کو موجب سعادت جانیں اور شب وروز اسی کو دستور العمل بنائیں۔ اور اہل سنت کے اماموں کے اصول پر چلیں۔ اُن کو طرح طرح کے قبیح انساب سے یاد کریں۔ اور اُن سے بغض وعداوت رکھیں۔ آہا! سچ فرمایا۔ امام ابو سفیان رحمہ۔ مامن مبتدع الا وھو یبغض اھل الحدیث یعنے کوئی بدعتی ایسا نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہ رکھتا ہو۔ لوگو! ہوش کرو۔ اور عذاب آلہی سے ڈرو۔ قیامت سرپر کھڑی ہے۔ اگر شفاعت نبوی کی اُمید ہے تو سنت نبویہ سے کیوں انکار ہے۔ اتباع سنت کو لازم پکڑو۔ اور زید وبکر کے خلاف کو چھوڑ دو۔ اور آپس کی کشمکشوں سے باز آؤ۔ اتفاق کرو۔ اور اسلام کی شوکت وقوت بڑھاؤ۔ الٰھی! جو شخص میری اِس مخلصانہ نصیحت پر عمل کرے اُسکا بھلا کر۔ اور اُسپر رحم کر۔ آمین۔ ع۔ ورحم اللہ عبداً قال امینا۔

وفات آپ کی وفات بروز جمعہ بارہ ربیع الاول سنہ ۲۴۱ھ کو ہوئی اور آپ بغداد کے باب حرب میں مدفون ہوئے۔ آپ کے جنازے پر آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شمار کی گئیں یہ آپ کے مقبول بارگاہ ہونے کی بھاری نشانی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جس شخص کے جنازے

پر ایک سو مسلمان جو شرک سے بیزار ہوں دُعا کریں وہ میت بخشی جاتی ہے سُبحان اللہ! جس جنازے پر آٹھ لاکھ سے زیادہ مسلمان ہوں اُس کی قبولیت کس درجہ کی ہوگی۔ آپ کے جنازے کا اثر اسلام کی صداقت کی نسبت مخالفین پر ایسا پڑا۔ کہ آپ کی وفات کے دن چالیس ہزار عیسائی اور یہودی اور مجوسی مشرف باسلام ہوئے۔ اللّٰھم ایدالاسلام والمسلمین وکثر سوادھم وانصر من نصرھم۔ واخذل من عاداھم ولا تسلط علیھم من لا یرحمھم

آپ کے دو بیٹے تھے۔ جو علم و فضل میں کامل تھے۔ ایک کا نام صالح تھا۔ جو ۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اصفہان میں قاضی تھے۔ اور وہیں رمضان ۲۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا۔ جنکے نام پر آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ یہ ۲۹۰ھ تک زندہ رہے۔ اور بروز یکشنبہ ۸ جمادی الاولے یا اخری کو ستتر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم۔

ائمہ اربعہ کی وصیّت دربارۂ اِتباعِ سُنّت

امام ابو حنیفہ رح۔ امام مالک رح۔ امام شافعی رح۔ اور امام احمد علیہم الرحمۃ کا حال بیان ہوچکا۔ اِن چاروں کی بزرگی اور رتبہ اجتہاد میں بڑھے ہوئے ہونے کے سبب اُن کو ائمہ اربعہ کہا جاتا ہے۔ ناظرین اِن کے علم و فضل تقوے و طہارت۔ زہد و بے نفسی۔ تواضع و انکساری۔ خلوص و للّٰہیت کا مختصر سا حال پڑھ لیا۔ اب تھوڑی دیر تک اِن ہر چہار کو سامنے رکھ کر اُس ذات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی قوت روحانی اور جذبہ رحمانی کی طرف نظر کریں جنکی تعلیم پر ایمان لانے سے اُن کو یہ مراتب حاصل ہوئے۔ اور اُن کی حالت اس درجہ کمال تک پہنچی۔ اور جسنے اُن کو اپنے علمی اور عملی کمالات کا گرویدہ کرکے اسلام

کے سوا سب دینوں سے ہٹا کر اپنی طرف ایسا کھینچا کہ بالکل اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ اور رتبہ کے لحاظ سے عالم ملکوت کی سیر کرا دی۔

آپؐ کی وفات کے بعد ایک دراز زمانے تک آپ کی تعلیم میں ایسی کشش کے باقی رہنے میں آپ کی صداقت کا نشان ظاہر ہے۔ باوجود آپؐ کے اُمّی ہونے کے ایسے جلیل القدر عالم جو اپنے زہد و تقوے میں یکتا ہو گزرے ہیں اور آپکی تابعداری کو اپنا فخر اور آپ کی پیروی کو مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ آپکے کمالات کو ثابت کرنے کے لئے کافی شاہد ہیں۔

ائمہ اربعہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنت کی پیروی کے لئے بہت تاکید کی ہے۔ جیسا کہ اُنکے حالات میں گزر چکا ہے۔ اور اس سے زیادہ خود اُنکی عملی زندگی اس کی شہادت دے رہی ہے۔ بیشک ان بزرگوں نے اجتہاد کیا اور دین میں بہت کوشش کی مگر چونکہ جو امر انسانی رائے کے متعلق ہو اس میں غلطی اور خطا کا ہو جانا مسلم ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو وحی ربانی ہے خطا سے پاک ہے۔ اسلئے کسی امام کو یہ جرات ہرگز نہیں ہوئی اور نہ اُنہوں نے اس امر کی کبھی اجازت ہی دی۔ کہ ہمارے اجتہاد اور رائے وقیاس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ترجیح دیجائے۔ کیونکہ اس کا نام آنحضرت صلعم کی تابعداری تو نہیں بلکہ اُنکے فرمان واجب الاذعان پر محاکمانہ رائے زنی ہے۔ اور اسے کوئی مسلمان گوارا نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ بزرگ امام جو سنت کو رواج دینے والے ہیں۔ اور آدابِ رسالت سے خوب واقف ہیں۔ اور بحرِ وحی کے مقابلہ میں اپنے علم کو ایک قطرہ جانتے ہیں۔ اس کی جرات کر سکیں۔ کیونکہ اجتہاد کی اسوقت ضرورت پڑتی ہے جب امر پیش آمدہ کے متعلق شریعت میں صریح حکم نہ ملے۔ پس بوجہ ابتدائے اسلام

ہیں کتابی صورت میں علم کے مدون نہ ہونے کے بسا اوقات ہوا ہے۔ کہ ایک امام کو کسی امر میں حدیث نبوی نہیں ملی۔ اُسے اجتہاد کرنے کی ضرورت پڑی ہے۔ اور دوسرے امام کو اسی امر میں صریح حکم پہنچگیا ہے۔ پس اگر مجتہد کا اجتہاد وقیاس اُس حدیث نبوی کے خلاف ہو تو سب ائمہ اہل سنت کا اتفاقی مذہب ہے۔ کہ حدیث نبوی کو بسر وچشم قبول کیا جاوے۔ اور امام کے قول کو چھوڑ دیا جاوے چنانچہ حضرت حکیم الہند **شاہ ولی اللہ** صاحب محدث دہلوی نے اس امر میں ایک مفید کتاب **عقد الجید** فی مسائل الاجتہاد والتقلید لکھی ہے۔ جس کی کچھ عبارت نقل کی جاتی ہے:۔

اعلم ان تقلید المجتهد علی وجهین واجب وحرام فاحدهما ان یکون من اتباع الروایة دلالة تفصیله ان الجاهل بالکتب والسنة لا یستطیع بنفسه التتبع ولا الاستنباط فکان وظیفته ان یسأل فقیهاً ما حکم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی مسئلة کذا وکذا فاذا اخبر تبعه سواء کان ماخوذا من صریح نص او مستنبطا منه او مقیسا علی المنصوص فکل ذالک رجع الی الروایة عنه صلی الله علیه وسلم ولو دلالة وهذا

" سمجھ لے کہ مجتہد کی تقلید دو قسم کی ہے واجب اور حرام۔ پس ایک تو یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب اور سنت کو نہیں جانتا۔ تو وہ بذات خود تتبع اور استنباط کی استطاعت نہیں رکھتا۔ پس اسکا یہ ہی وظیفہ ہے کہ فقیہہ سے پوچھ لے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلانے فلانے مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے جب فقیہہ بتادے۔ تو اسکا اتباع کرے برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہو یا اُس سے استنباط کیا ہو۔ یا منصوص پر قیاس کیا ہو

قد اتفقت الامة على صحتة قرنًا
بعد قرن بل الامم كلها اتفقت
على مثله فى شرائعهم وامارة
هذا التقليد ان يكون عمله بقول
المجتهد كالمشروط بكونه موافقا
للسنة فلا يزال متفحصًا عن السنة
بقدر الامكان فمتى ظهر حديث
يخالف قوله هذا اخذ بالحديث
واليه اشار الائمة قال الشافعى رح
اذا صح الحديث فهو مذهبى واذا
رأيتم كلامى يخالف الحديث فاعملوا
بالحديث واضربوا بكلامى الحائط
وقال مالك رح ما من احد الا ماخوذ
من كلامه ومردود عليه الا
رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقال ابو حنيفة رح لا ينبغى لمن لم
يعرف دليلى ان يفتى بكلامى وقال
احمد لا تقلدنى ولا تقلدن مالكا
ولا غيره وخذ الاحكام من حيث
اخذوا من الكتاب والسنة الوجه
الثانى ان يظن بفقيه انه بلغ الغاية

یہ سب صورتیں حضرت صلعم کی روایت کی
طرف رجوع کرتی ہیں۔ اگرچہ دلالت سے
ہو اُسکی صحت پر تو تمام اُمت کا ہر ہر
طبقہ میں اتفاق ہے۔ بلکہ اور تمام اُمتیں
اپنے اپنے شرایع میں ایسی صورت پر
متفق ہیں اور اس تقلید کا نشان یہ
ہے۔ کہ اُسکا عمل مجتہد کے قول پر اس
شرط سے ہو کہ سنت کے موافق ہو۔
سو ہمیشہ جہانتک ہو سکے سنت کی
تلاش میں رہے۔ پھر جب ایسی حدیث
ملجاوے کہ اس قول کے مخالف ہو تو
حدیث پر عمل کرے۔ اور ائمہ نے بھی
اشارہ کیا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں
جب حدیث صحیح ہو جاوے تو میرا مذہب
وہی ہے۔ اور جب تم میرے کلام کو
دیکھو کہ حدیث کے خلاف ہے تو حدیث
پر عمل کرو۔ اور میرا کلام دیوار پر پٹک دو
اور امام مالک کا قول ہے جو ہے سو
اپنے کلام سے ماخوذ ہوگا۔ اور اُس پر
اُسکا کلام رد کیا جاویگا۔ سوائے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ اور امام

الغایۃ القصوی فلا یمکن ان یخطی
فیما بلغہ حدیث صحیح صریح یخالف
مقالتہ لم یترکہ اوظن انہ لما قلدہ
کلفہ اللہ بمقالتہ وکان کالسفیہ المحجور
علیہ فان بلغہ حدیث واستیقن
بصحتہ لم یقبلہ لکون ذمتہ مشغولۃ
بالتقلید فھذا اعتقاد فاسد وقول
کاسد لیس لہ شاھد من النقل والعقل
وما کان احد من القرون السابقۃ
یفعل ذلک وقد کذب فی ظنہ من
لیس بمعصوم من الخطاء معصوما
حقیقۃ ومعصوما فی حق العمل
بقولہ وفی ظنہ ان اللہ تعالی کلفہ
بقولہ وان ذمتہ مشغولۃ بتقلدہ
وفی مثلہ نزل قولہ تعالی وانا علی
آثارھم مقتدون وھل کان
تحریفات الملل السابقۃ الا من ھذا
الوجہ ۔ (عقد الجید)

ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جو شخص
میری دلیل سے واقف نہ ہو تو اُس کو
سزاوار نہیں کہ میرے کلام کا فتوی دیوے
اور امام احمد کہتے ہیں کہ میری تقلید نہ کرنا
اور نہ مالک کی تقلید کرنا اور نہ اور کی اور
احکام وہاں سے لے جہاں سے اُنہوں
نے لئے ہیں یعنے کتاب اور سنت سے ۔ اور
دوسری قسم یہ ہے کہ کسی فقیہہ کے حق
میں یہ گمان کرے کہ یہ غایت درجہ کو
پہنچ گیا ہے ۔ سو ممکن نہیں کہ یہ خطا
کرے پھر جب اُس مقلد کو صحیح صریح
ایسی حدیث ملی کہ فقیہہ کے قول کے برخلاف
ہو تو قول کو نہ چھوڑے یا یہ خیال کرے
جب میں اسکا مقلد ہو گیا تو میرے حق
میں اللہ کا حکم اسی قول کا ہے ۔ اور یہ
مقلد ایسا ہی جیسے بیوقوف ممنوع التصرف
پھر اگر اُسکو حدیث ملجاوے اور صحت
کا یقین بھی کرے تو بھی نمانے کیونکہ
اسکا ذمہ تقلید میں لگا ہوا ہے ۔ پس یہ اعتقاد فاسد ہے اور کھوٹی بات اُسکا
کوئی شاہد نہیں ہے نہ نقل اور نہ عقل ۔ اور طبقات سابقہ میں سے کوئی نہ
تھا ۔ کہ ایسا کرتا ہو ۔ اور اپنے گمان کاذب میں خطا سے غیر معصوم کو حقیقی

معصوم یا اُس کے قول پر عمل کرنے میں معصوم ٹھہرالیا ہے۔ اور اُسکے گمان میں یہ ہے کہ اللہ کا حکم اُسی کا قول ہے اور اُسکا ذمّہ اُسی تقلید میں لگا ہوا ہے ایسے کے حق میں یہ آیت اُتری ہے اور ہم تو اُنکے نشان کے پیرو ہیں اور سابقہ ملتوں کی تحریفات اسی وجہ کی تھیں"۔

اِمام ابو یُوسُف

یعقوب بن ابراہیم قاضی القضاۃ صاحب الامام ابی حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ

نسب و ولادت آپ ۱۱۳ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت سعد بن حنبہ انصاری نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کی اولاد میں سے ہیں۔

تحصیل علم آپ اہل کوفہ میں سے تھے۔ اور علم حدیث ابو اسحاق شیبانی التیمی یحیےٰ بن سعید الانصاری۔ سلیمان اعمش۔ ہشام بن عروہ۔ عطا بن السائب اور محمد بن اسحاق بن یسار علیہم الرحمۃ اور اُن کے طبقے کے لوگوں سے روایت کیا اور محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلےٰ کی مجلس سے بھی بہت کچھ فیض اُٹھایا اور آخر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی مجلس اختیار کی اور اُنہی کے رنگ میں رنگ گئے۔ امام صاحب بھی آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ابتدا میں میں حدیث اور فقہ سیکھا کرتا تھا اور میں تہیدست اور تنگ حال تھا۔ ایک روز میں امام ابو حنیفہ رح کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ میرا

باپ آیا اور مجھے ساتھ لیگیا اور کہنے لگا کہ بیٹا! ابو حنیفہ کے ساتھ پاؤں نہ پسارا کر کہ اُن کی روٹی تو پکی پکائی ہے اور تو معاش کا محتاج ہے پس مَینے باپ کا کہا مانا اور کچھ مدت تک تحصیل علم سے باز رہا۔ امام ابو حنیفہ رح نے چند روز مجھے غائب پاکر میری بابت پوچھا پس مَینے آپکے پاس آنا شروع کر دیا اور جب میں غیر حاضری کے بعد پہلے روز پھر حاضر ہوا تو آپنے مجھ سے پُوچھا کہ تمہیں کس شغل نے روکے رکھا۔ مَیں نے عرض کی باپ کی فرمانبرداری اور حاجت معاش نے۔ جب لوگ آپ کی مجلس سے رخصت ہوئے۔ تو آپنے مجھے ایک تھیلی دی جس میں سو درم تھے۔ اور کہنے لگے جاؤ۔ اسے حاجات میں لگاؤ۔ اور حلقۂ علم کی حاضری لازم پکڑے رکھو۔ اور جب یہ خرچ ہو جائیں تو پھر مجھے خبر کرنا۔ پس کچھ مدت اسی طرح گزری اور آپ نے پھر دوسری دفعہ ایک سو درم اور عطا کئے۔ جب میرا خرچ ختم ہو جاتا آپ مجھے اور عطا کرتے۔ گویا کہ آپ کو کوئی اُس کی بابت اطلاع دیدیتا تھا۔ حالانکہ میں کبھی ذکر بھی نہ کرتا تھا۔ میرے متمول اور غنی ہو جانے کے زمانے تک آپ کی عادت میرے خرچ کے متعلق ایسی ہی رہی۔ قاضی ابن خلکان فرماتے ہیں کہ امام خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد میں اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف کا باپ آپ کے بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ تحصیل علم سے ہٹا کر طلب معاش میں لگانے کا قصہ آپ کی والدہ کا ہے نہ کہ باپ کا۔

خدا تعالیٰ نے آپ سے بڑے بڑے کام لئے اور علم کی اشاعت بہت کرائی۔ آپ سے امام محمد بن حسن امام اعظم کے شاگرد و بشر بن ولید کندی۔ علی بن جعد۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایت کی اور علم حاصل کیا۔ آپ کا ذہن بہت رسا اور حافظہ بہت قوی تھا۔ چنانچہ آپ

محدثین کے حلقہ میں داخل ہوتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں یاد کر کے لوگوں کو املا بھی لکھوا دیتے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے علم اور مذہب میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی اور آپ کے مذہب کی اشاعت کا بھاری سبب آپ ہی ہیں۔ چنانچہ عمار بن ابی مالک کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے امام ابو یوسف جیسا کوئی نہیں تھا۔ اور اگر ابو یوسف نہ ہوتا تو امام ابو حنیفہ کا ذکر کوئی بھی نہ کرتا۔ اُنہوں ہی نے آپ کے علم اور قول کو رواج دیا۔ امام ابو یوسف خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے اعمش تابعی نے ایک مسئلہ پوچھا میں نے جواب دیا۔ پوچھنے لگے تم کو یہ کہاں سے حاصل ہوا میں نے کہا آپ کی حدیث سے اور پھر میں نے وہ حدیث بھی سنا دی۔ فرمانے لگے مجھ یہ حدیث تمہاری پیدائش سے بھی پیشتر سے یاد ہے۔ مگر اس کی سمجھ سے جو تم نے بیان کی نا آشنا تھا۔ ہاں اسوقت معلوم ہو گئی ہے۔

اوّلیات اِسلام میں سب سے اول آپ ہی **قاضی القضات** کے ممتاز لقب سے ملقب کئے گئے۔ اور سب سے اول آپ ہی نے علماء اور عوام کے لباس میں فرق کیا۔ اور اس سے پہلے سب ایک جیسا لباس پہنتے تھے۔ امام ابو حنیفہ کی مذہب کے [illegible] اصول اور مسائل سب سے پہلے آپ ہی نے لکھے۔

اخلاق و عادات آپ بہت زیرک۔ بیدار مغز اور دانا تھے۔ معاملہ شناسی اور جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں آپ کو ایسا ملکہ تھا۔ کہ گویا آپ اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ کے اخلاق بہت ہی وسیع اور با مروت تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ ایک خط لکھ رہے تھے۔ اور آپکے دائیں ایک شخص بیٹھا ہوا جو کچھ آپ لکھتے تھے سب دیکھتا تھا۔ آپنے فراست سے اِس امر کو معلوم کر لیا اور فراغت پر اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیا اس میں کوئی غلطی بھی

پانی۔ اُس نے جھٹ کہدیا۔ بخدا ایک حرف بھی غلط نہیں آپ نے فرمایا تجھے نیک جزا ملے کہ تو نے ہم کو نظر ثانی کی تکلیف سے بچایا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

کانہ من سوء تادیبہ ۔۔۔ آنسلہ فی کتاب سوء الادب

"یعنے اس نے اپنی نادانی کی وجہ سے اپنی نادانی کو خود ہی تسلیم کرلیا۔

آپ کا کلام بھی بہت پرحکمت ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بھاری نعمتیں **تین** ہیں اول ان میں سے **اسلام** ہے کہ بجز اس کے کوئی نعمت پوری نہیں ہوتی۔ دوسری نعمت تندرستی ہے کہ اس کے بغیر زندگی کا لطف نہیں۔ تیسری نعمت غنا اور تونگری ہے کہ سوائے اسکے زندگی اچھی طرح نہیں گزرتی۔ آپ کا ایک یہ بھی قول ہے کہ جس شخص کو شرم وحیا نہیں اُس کی صحبت قیامت کو شرم کا موجب ہوگی اسی طرح آپ کا قول ہے کہ علم تو ایسی چیز ہے کہ جب تک تو اسے اپنا آپ سارا نہ دیدے۔ وہ تجھ کو اپنے میں سے بعض حصہ بھی نہ دیگا۔

وفات آپ متواتر تین خلیفوں مہدی۔ ہادی اور ہارون رشید کے عہد میں قاضی رہے۔ ہارون رشید آپ کی بہت قدر وعزت کرتا تھا۔ آخر ۱۸۲ھ ہجری میں بوقت ظہر پانچویں ربیع الاول کو دین اور دُنیا ہردو کی نعمتوں سے بانصیب ہوکر عالم بقا کو چلتے ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

آپ کا بیٹا **یوسف** بھی جسکے نام پر آپ کی کنیت ابو یوسف تھی آپ کی زندگی ہی میں بغداد میں قاضی تھا۔ اور اسی حالتِ قضا میں ۱۹۲ھ میں فوت ہوا۔ امام ابو یوسف کی وفات کے بعد **خلیفہ ہارون رشید** نے آپ کی بجائے ابوالبختری وہب بن وہب قرشی کو عہدِ قضا پر ممتاز کیا۔ ابو یعقوب خریمی ایک مشہور شاعر امام ابو یوسف اور آپ کے بیٹے یوسف

کا دوست تھا۔ جب امام ابو یوسف فوت ہو گئے تو خریمی نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ آج علم فقہ مرگیا۔ خریمی نے اُسی وقت یہ شعر پڑھ سنائے ؎

یا ناعی الفقہ الی اھلہ ان مات یعقوب ولا تدری
ما مات الفقہ ولکنہ حول من صد الی صد
القاہ یعقوب الی یوسف فزال من صلب الی ظہر
فھو مقیم فاذا ما ثوی وحل حل الفقہ فی قبر

"یعنے اے اہل فقہ کو فقہ کے مرجانے کی خبر سنانیوالے۔ اگر یعقوب یعنی امام ابو یوسف فوت ہو گیا ہے۔ تو تو نہیں جانتا کہ فقہ نہیں مری لیکن ایک سردار سے دوسرے سردار کے حوالے کی گئی ہے یعنی یعقوب نے یوسف کو دیدی ہے۔ پس ایک پشت سے دوسری پشت میں آگئی ہے۔ اور وہ ابھی قائم ہے جب وہ بھی مٹی میں داخل ہو جائیگا تو پھر فقہ بھی قبر میں داخل ہو جائیگی"

امام ابو عبداللہ محمد بن حسن

شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ

ولادت باسعادت آپ کے باپ نے موضع حرستا علاقہ شام سے علاقہ عراق کے شہر واسط میں سکونت اختیار کی اور آپ اُسی جگہ پیدا ہوئے۔ آپ کے سن ولادت میں مؤرخین کا قدرے اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۱۳۱ھ اور بعض کے نزدیک ۱۳۲ھ میں اور بعض کے نزدیک ۱۳۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم و تصنیف آپ کی نشو و نما کوفہ میں ہوئی اور وہیں کئی سال تک

امام ابو حنیفہ رح کی مجلس سے فیضیاب ہو کر علم حاصل کیا۔ انکے علاوہ کئی دیگر اکابر علماء سے ملاقات کی اور نیز امام ابو یوسف سے بھی علم فقہ میں بہت کچھ حاصل کیا۔ آپ جسیم اور بہت تیز فہم اور ذکی تھے۔ چنانچہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مینے محمد بن حسن کے سوائے کوئی موٹا تیز فہم نہیں دیکھا۔ امام شافعی رح کا یہہ بھی قول ہے کہ مینے امام محمد بن حسن کے سوائے کسی کو ایسا نہیں دیکھا۔ کہ کسی مشکل سوال کے وقت اسکے چہرے پر ملال نہ آیا ہو۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رح کے مذہب میں بہت کتابیں تصنیف کیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کی تصنیف کی تعداد نو سو ننانوے (۹۹۹) تک پہنچتی ہے علم فقہ میں آپ کی امامت اور جلالت مسلم ہے۔ اور حنفی فقہ کا مدار آپ ہی کی تصنیف پر ہے۔ آپ کو عربی زباندانی میں بھی بہت مہارت تھی اور آپ ایسے فصیح البیان اور خوش تقریر تھے کہ سامعین کو گمان ہوتا تھا۔ کہ شائد قرآن شریف آپ ہی کی لغت میں نازل ہوا ہے۔

تحصیل علم حدیث جس طرح آپ علم فقہ میں امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح علم حدیث میں امام مالک رح کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ امام مالک کی خدمت میں حاضر ہو کر موطا روائت کیا۔ اور اس کے بعد بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ رح کے قول سے حدیث نبوی کی طرف رجوع کیا۔ آپ نہایت انصاف پسند اور منصف مزاج تھے۔ چنانچہ جب آپ کو امام شافعی سے گفتگو کرنیکا اتفاق پڑا تو آپ نے امام مالک رح کے علم کو ترجیح دینے میں ہرگز تامل نہ کیا۔ اور مان لیا کہ امام مالک کتاب و سنت میں بہت وسیع النظر ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید کے سامنے آپ کی امام شافعی کے ساتھ کئی مسائل

میں گفتگو ہوئی جس میں امام شافعی غالب رہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ ہم نے امام محمد کے علم سے اتنا حاصل کیا ہے۔ کہ اُس سے ایک اونٹ لاد سکتے ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے آپ سے آپ کی تصنیف کردہ کتابیں طلب کیں تاکہ اُن کو لکھ لیں۔ آپ نے فوراً بھیجدیں۔ یہ امر آپ کی فراخ دلی کی علامت ہے۔ علاوہ تصنیف کے آپنے تعلیم وتدریس سے بھی دینی علم کو بہت پھیلایا۔ ایک حاملہ عورت مرگئی۔ بچہ اُسکے پیٹ میں حرکت کرتا تھا۔ لوگ امام ابوحنیفہ رح کے پاس آئے آپنے پیٹ چاک کرکے لڑکے کو نکال لینے کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ لڑکا جوان ہوا اور اُس نے علم حاصل کیا۔ وہ اکثر امام محمد بن حسن کی مجلس میں آیا کرتا تھا۔ امام ابوحنیفہ کے فتوے دینے کی وجہ سے اِس لڑکے کا نام ہی ابن ابی حنیفہ ہوگیا۔

وفات خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو شہر رقہ پر قاضی کیا ہوا تھا اِسکے بعد وہاں سے معزول ہوکر بغداد میں آئے اور خلیفہ کے پاس رہے حتی کہ اُسکے ساتھ رَے میں آئے اور یہاں ۱۸۹ھ میں مقام رنبویہ میں فوت ہوئے رَے وہ علاقہ ہے جسکی طرف نسبت کرتے وقت رازی کہتے ہیں امام فخرالدین صاحبِ تفسیر کبیر اسی جگہ ہوئے ہیں۔ امام محمدؒ اور امام کسائی نحوی اِسی علاقہ رَے میں ایک ہی روز فوت ہوئے۔ خلیفہ ہارون رشید کہا کرتے تھے کہ فقہ اور عربیت دونوں رَے میں دفن ہوگئیں۔

امام محمد امام زفر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ اور امام زفر عربیت میں بڑے پائے کے امام ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی فقہ میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین ٭

امام عبداللہ بن مُبارک خنظلی

شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالے

نسب و ولادت آپ سنہ ۱۱۹ یا سنہ ۱۱۳ ہجری میں پیدا ہوئے آپ کا باپ ہمدان کے تاجروں میں سے ایک تُرک کا غلام تھا۔ اور چونکہ وہ تاجر بنی خنظلہ میں سے تھا جو بنی تیمم میں سے ایک قبیلہ ہے۔ اسلئے آپ کو خنظلی کہتے ہیں آپ کا باپ مبارک بہت ہی پرہیزگار اور سچ مچ مبارک شخص تھا۔ اور اپنے مالک کی طرف سے اُس کے باغ کا داروغہ تھا۔ تاجر نے ایک دن اُن سے کہا کہ باغ سے ایک ترش انار لے آؤ۔ چنانچہ وہ گئے اور لے آئے۔ وہ انار میٹھا نکلا۔ تاجر نے کہا میں نے ترش انار مانگا تھا۔ یہ تو میٹھا ہی مبارک نے جوابدیا مجھے کیا معلوم کہ کونسا انار میٹھا پھل لاتا ہے اور کونسا ترش۔ یہ تو اُس شخص کو معلوم ہو جسنے چکھا ہو۔ مالک نے کہا کیا تم نے ابھی تک کبھی نہیں چکھا۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ نے چکھنے کا اذن نہیں دیا۔ میرا کام صرف نگہبانی ہے۔ سو میں کرتا رہتا ہوں۔ مالک اُن کی اس دیانت اور امانت سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہا کرو۔ پس باغبانی کسی اور کے حوالے کی اور اُنکو اپنی مجلس کی حاضری سے سرفراز کیا۔ اس تاجر کی نظر میں ان کا اعتبار یہانتک بڑھا بعد اُنکی خوبی و لیاقت نے اس کے دل میں ایسی جگہ لی کہ اُس نے نہایت خوشی سے اُن کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا۔ اس سے ہمارے بزرگ امام عبداللہ بن مبارک جن کے ذکر خیر سے ہم ان اوراق کو زینت دینا

جاتے ہیں۔ پیدا ہوئے۔

تحصیل علم و فضائل اُوپر مذکور ہو چکا ہے کہ آپ ایک نامی تاجر کے نواسے ہیں۔ پس جیسے کہ عموماً امیر زادوں کی اولاد ناز و نعمت میں پرورش پاکر عیش پسند ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح آپ بھی ابتدائے عمر میں عیش و عشرت میں رہے لیکن چونکہ قدرت نے آپ کو ان امور کے لئے پیدا نہیں کیا تھا۔ اس لئے آپ کے متعلق ارادہ الٰہی کے ظاہر ہونیکا وقت آپہنچا چنانچہ ایک روز جب آپ عشرت کے سامان مہیا کر کے گانے بجانے میں مشغول ہوئے تو غیب سے اس آیت کی ندا آئی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ یعنی کیا مومنوں کے لئے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا۔ کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر اور اس سچی کتاب (قرآن) کے لئے عاجز ہو جائیں؟ ستار کی سُریلی آواز کے منتظر دل پر قرآن کریم کی آیت نے ایسی چوٹ لگائی کہ اسی دم ذکر الٰہی سے غافل کر دینے والی اشیاء کو توڑ پھوڑ دیا۔ گویا اس مبارک آیت کے آئینے میں اپنی عملی صورت و حالت کو ایسا نازیبا پایا کہ اُس کے ساتھ رب العزۃ کے سامنے کھڑے ہونے سے سخت شرم آئی۔ پس اُسی وقت سے آپ کی طبیعت کا رُخ علم کے حاصل کرنے اور عبادت میں مشغول ہونیکی طرف پھر گیا۔

ابتدا میں امام اعظم علیہ الرحمۃ سے علم فقہ سیکھا۔ اور آپ کی وفات کے بعد مدینہ شریف کا سفر کر کے امام مالک علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُن سے علم حدیث اور فقہ سیکھا۔ اسی لئے امام ابو حنیفہ کے مقلد آپ کو حنفی قرار دیتے ہیں۔ اور امام مالکؒ کے پیرو آپ کو مالکی سمجھتے ہیں۔ اور محدثین آپ کو اپنے میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور

حقیقت الامر یہ ہے کہ آپ خود مجتہد تھے۔ اور کسی کے مقلد نہیں تھے۔ آپ کا مجتہد ہونا جامع ترمذی کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے آپ نے بہت سی اسلامی شہروں کا سفر کیا۔ اور آپ کی ساری عمر سفر میں کٹی۔ کبھی تو تحصیل علم کے لئے سفر کیا۔ اور کبھی حج کے لئے۔ اور کبھی جہاد کے لئے اور کبھی تجارت کے لئے۔

آپ نے امام مالک اور ہر دو سفیان یعنے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور ہشام بن عروہ اور عاصم احول اور سلمان تیمی اور حمید طویل اور خالد خداء رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر کبار تابعین اور اتباع تابعین سے علم حدیث روایت کیا۔ اور اس فن میں یہانتک کمال حاصل کیا۔ کہ محدثین میں سے بڑے بڑے علماء و مجتہدوں کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ مثلاً عبد الرحمٰن بن اسدی۔ اور یحییٰ بن معین اور ابو بکر و عثمان ہر دو پسران ابی شیبہ اور امام احمد اور حسن بن عرفہ رحمہم اللہ اجمعین۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مینے چار ہزار اشخاص سے علم حدیث جمع کیا ہے۔ مگر سوائے ایک ہزار کے کسی سے روائیت نہیں کرتا۔ آپ کی فضیلت میں ایک یہ عجیب بات ہے کہ امام سفیان ثوری نے باوجود آپ کے اجل استادوں میں سے ہونے کے آپ سے روایت کی ہے اور امام سفیان ثوری رح باوجود اس فضل و کمال کے جو اہل کمال کو حیرت میں ڈالتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مینے بہت کوشش کی کہ اپنی عمر میں ابن مبارک کی وضع پر تین دن رات گزاروں مگر مجھے میسر نہ ہوئے۔ اور کبھی فرمایا کرتے تھے کہ کاش میری ساری عمر ابن مبارک کے تین دن رات کے برابر ہو جائے حسن بن شفیق کہتے ہیں کہ ایک دن میں عشا کی نماز پڑھکر مسجد سے

امام ابن مبارک کے ساتھ نکلا۔ رات بہت سرد تھی۔ آپ نے اپنے گھر کا ارادہ کیا۔ جب مسجد کے باہر کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے آپ سے ایک حدیث کی بابت ذکر شروع کیا۔ آپنے اُسکے جواب میں یہانتک بیان کیا کہ موذن نے آکر فجر کی اذان کہہ دی۔ اور ہم دونوں وہیں کھڑے تھے۔

زہد وتقوے اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ آپ محدث بھی تھے۔ فقیہہ بھی تھے۔ اور مجاہد وغازی بھی تھے۔ اسی طرح آپ زاہد ومتقی بھی پرلے درجے کے تھے۔ پس آپ کا ذکر خیر ہر جماعت کے بزرگوں کے حالات میں ہوسکتا ہے۔ مگر چونکہ خود علم کا حاصل کرنا اور لوگوں کو سکھانا خصوصاً علم حدیث میں کمال حاصل کرنا نہایت اشرف ہے اس لئے آپ کا ذکر فقہاء ومحدثین کے ضمن میں کیا گیا۔ آپ کے زہد وتقوے کی بابت بہت عجیب عجیب باتیں منقول ہیں جس سے اُن کی دیانت وپرہیزگاری اور سیر چشمی صاف ظاہر ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ ولایت شام میں تھے اور کسی سے ایک قلم عاریۃً لیا تھا۔ وہ فراموشی سے آپ کے ساتھ آگیا۔ اُس کے ادا کرنے کے لئے آپ نے اپنے وطن مَرو سے پھر شام کا سفر کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر میں کسی کا ایک مشتبہ درہم واپس کردوں اور نہ لوں تو راہ خدا میں ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے یعنی حرام تو درکنار مشتبہ مال کا بھی حاصل کرنا صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور یہ کمال درجہ کا تواع ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح بخاری میں آیا ہے۔ آپ جب حج بیت اللہ کو روانہ ہوتے تو بہت سے لوگ آپ کی رفاقت کو غنیمت سمجھ کر ایسے مبارک سفر کے لئے آپ کے ہمرکاب ہوتے

رفیقوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی نقدی و جنس اپنے زادراہ کے لئے آپ کے پاس لے آتا۔ کہ شراکت سے خرچ کیا جائے۔ آپ سب سے قبول فرمانتے ہر ایک کا نام اور اُسکے مال کی مقدار لکھ کر ایک فہرست بنا رکھتے۔ جب سفر حج سے واپس آتے تو وہ سب کچھ ہر ایک کو مطابق اُس فہرست کے دیدیتے۔ جب آپ سے اس امر کی بابت پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اگر میں پہلے پہل ہی اُن کا مال رد کردوں تو شاید وہ میری رفاقت نہ کریں اور اس مبارک سفر سے محروم رہیں۔ یہ لوگ اس گمان سے کہ ہم اپنا اپنا مال کھاتے ہیں اور کسی پہ بار خاطر نہیں ہیں۔ میرے ساتھ چلے چلتے ہیں۔ اور میں بھی اُن کی طفیل خدا تعالیٰ کی راہ میں بہت سا مال خرچ کرنیکا موقع پالیتا ہوں۔ اگر اُنکے مال پہلے پہل واپس کردوں اور وہ میری رفاقت ترک کردیں تو میں بھی اس سعادت سے محروم رہجاؤں اللہ اکبر! مخلصان خدا کے حوصلے کیسے وسیع اور اُن کی نیتیں کیسی خالص اور اُن کی نظریں کیسی سیر اور اُنکے اخلاق کیسے عجیب ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ تصنع اور بناوٹ سے بزرگ بنتے ہیں۔ اور عالمانہ و صوفیانہ لباس و شکل سے اور بڑے بڑے دعووں اور لافوں سی لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنساتے ہیں۔ اُن کے حالات ان صادقوں کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لالچیوں اور نفس کے بندوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰایھا الذین اٰمنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ (پ ۱۰) (س توبہ)	اے لوگو ایماندارو! احبار یعنے علمائ اور رہبان یعنے سجادہ نشینوں اور خلوت گزینوں میں سے بہت سے

ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریق سے کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کو خدا کے رستے سے روکتے ہیں" یعنی خلاف شریعت اُمور سکھا کر اور شرک اور بدعت کی تعلیم کر کے اُن کو صحیح اعتقادوں سے دُور ہٹا دیتے ہیں۔

امام عبداللہ بن مُبارک علیہ الرحمۃ جنکا بیان ہم کر رہے ہیں۔ حاجیوں پر صرف زادراہ کے متعلق خرچ نہ کیا کرتے تھے بلکہ سفر سے لوٹتے وقت جو تحفہ و تحائف حرمین شریفین یعنے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ سے اپنا مال کثیر خرچ کر کے خرید کر لاتے وہ بھی اپنے دوستوں اور ہمراہیوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ یہ سارا مال تجارت سے حاصل کیا ہوتا۔ اور تجارت میں بھی ہمیشہ تقوے و پرہیزگاری کو ملحوظ رکھتے۔ آپ کے دل میں مال دُنیا کی تجارت کی نسبت عاقبت کی تجارت کا خیال بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو باپ نے پنجاہ ہزار درہم تجارت کے لئے دیئے آپ نے وہ سب علم حدیث کے حاصل کرنے میں صرف کر دیئے۔ جب وطن کو واپس آئے تو باپ نے پوچھا کہ کونسی جنس خریدی اور کیا کچھ نفع اُٹھایا۔ آپ نے وہ سب دفتر جو علم حدیث کے متعلق جمع کئے تھے۔ سامنے رکھدیئے اور کہنے لگے۔ کہ مَیں نے یہ جنس خریدی ہے۔ اور دُنیا و آخرت کا نفع اُٹھایا ہے۔ متدین باپ بیٹے کی اس دینی رغبت سے بہت خوش ہوا۔ اور چھ ہزار درہم اَور دیکر کہنے لگا کہ لو اس رقم کو بھی خرچ کرو۔ اور اپنی اس تجارت کو پورا کرو۔

آپ کے ہمعصروں کا آپ کی نسبت خیال اور علماء کی زبان پر آپ کی تعریف

آپ اپنے ہمعصروں میں بہت کامل مانے گئے ہیں اور وہ آپ کو بہت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ فضیل عیاض قسم

کھا کر کہتے ہیں۔ کہ میری آنکھوں نے عبداللہ بن مبارک کا مثیل نہیں دیکھا۔ اسی طرح ایک روز کچھ لوگ آپ کے پاس علم حدیث کی طلب کے لئے آئے اور کہنے لگے۔ اے مشرقی دُنیا کے عالم ہمکو حدیث سکھاؤ۔ امام سفیانؒ ثوری جو آپ کے اجلؒ اساتذہ میں سے ہیں پاس بیٹھے تھے کہنے لگے۔ لوگو تمپر افسوس یہ تو مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کے عالم ہیں۔ اگر تم جانو۔" اسی طرح جب آپ شہر رقہؔ میں داخل ہوئے تو خلیفہ ہارون رشید بھی اس جگہ موجود تھے۔ آپ کے آنے سے سارے شہر میں شور و غوغا مچ گیا۔ اور لوگ ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر زیارت کے لئے آئے۔ اور خوشی کے نعرے بلند کرنے لگے۔ ہارون کے خواص میں سے ایک عورت نے محل کے اوپر چڑھ کر اس شور و غوغا کو سنا۔ اور اسکا سبب پوچھا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ کہ خراساں میں سے ایک باکمال عالم تشریف لائے ہیں۔ کہ اُن کا مبارک نام عبداللہ بن مبارک ہے۔ اُن کی زیارت کے لئے سب دوڑتے پھرتے اور خوشی کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ اس عورت نے شاہانہ جلوس و سواری بھی دیکھی تھی کہنے لگی حقیقت میں بادشاہی یہی ہے۔ جو اس باکمال شخص کو حاصل ہے۔ نہ وہ جو کہ ہارون رشید رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی سلطنت کے زور سے لوگوں کو جمع کرتا ہے۔" (اور یہاں سب لوگ دلی ارادت سے خود جمع ہو رہے ہیں اور آپ کی زیارت کو سعادت سمجھتے ہیں)

اسی طرح ایک دفعہ بزرگوں کی ایک جماعت جمع ہوئی اور سوال یہ اُٹھا کہ اس زمانے میں سب سے زیادہ صاحب فضل و کمال کون ہے سب نے باتفاق علم فقہ و علم ادب اور علم نحو اور علم لغت اور زاہد

اور فن شعر اور فصاحت اور علم حدیث اور شب بیداری اور تہجد گزاری اور عبادت حج اور جہاد اور سواری اور سلاح داری اور بیفائدہ امروں کو چھوڑ دینے اور اپنے دوستوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنے اور اُن سے مخالفت نہ کرنے اور دیگر نیک صفتوں میں فضیلت کا قرعہ آپ ہی کے نام ڈالا۔ اور ان سب امور میں آپ کے کمال کو تسلیم کیا۔

اسی طرح قتیبہ بن سعید بلخی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں سب سے افضل عبداللہ بن مبارک ہے۔ اور پھر اُنکے بعد امام احمد بن حنبل علیہما الرحمۃ۔ جس طرح آپ اپنے ہمعصروں میں خاص امتیاز کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی طرح آپ کے بعد کے علماء بھی آپ کو بہت قابل قدر جانتے ہیں بلکہ آپ کی محبّت کو قرب الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی ؒ جو حفاظ حدیث میں سے بہت پائے کے حافظ ہیں اور مختلف علوم میں صاحب کمال ہیں کہتے ہیں۔ کہ امام عبداللہ بن مبارک تک اجازت کے سلسلے میں میرے چھ واسطے ہیں۔ اور یہ میری علو سند کا کمال ہے اسکے بعد کہا۔ خدا کی قسم میں اُن سے محض لوجہ اللہ محبّت رکھتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ میں اُن کی محبّت سے ضرور سعادت حاصل کرونگا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُنہیں تقوے اور عبادت اور اخلاص اور جہاد اور فراخی علم اور خدا کے رستے میں مال خرچ کرنے اور لوگوں سے خیر خواہی اور حسن سلوک سے پیش آنے اور جوانمردی اور دیگر نیک صفتوں کے بارے میں بہت انعام کیا ہے۔ قاضی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ علم حدیث کے امام عبداللہ بن مبارک سے دو شخص معمر بن راشد اور حسین بن داؤد روایت کرتے ہیں اور ان دونوں کی

وفات میں ایک سو بتیس سال کا فاصلہ ہے۔

حسن خلق اور بزرگوں کی تعظیم

اوپر گزر چکا ہے کہ آپ پرلے درجے کے خوش خلق اور شفیق اور سخی اور محسن تھے۔ اسی طرح آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی بابت پوچھا کہ اُن میں سے کون افضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو غبار امیر معاویہ رضہ کی نتھنوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے میں پڑا تھا وہ ہزار بار خلیفہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ اور نیز امیر معاویہ رضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے یعنی اللہ تعالی نے اُس شخص کی سُن لی جسنے اُس کی حمد کہی تو امیر معاویہ رضہ پیچھے سے کہتے تھے۔ ربنا ولک الحمد یعنی اے ہمارے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لئے خاص ہیں" پس اِن فضائل کے بعد کیا امر باقی رہا" سبحان اللہ! کیسا عمدہ اور محکم اور با دلائل جواب ہے۔

کلمات طیبات

آپ کا کلام بھی بہت حکمت آموز تھا۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرنے کے متعلق پانچ امر ضروری ہیں سب سے پہلے نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ یعنے خاص خدا کی رضا اور اُس کی معرفت اور نجات عقبے کے لئے سیکھنا چاہیئے۔ نہ کہ دُنیا میں رتبہ پانے اور مال کمانے اور لوگوں میں بڑا بننے کے لئے۔ اسکے بعد استاد کی تقریر کو کمال توجہ سے سننا۔ اسکے بعد تامل وغور سے سمجھنا۔ اسکے بعد سبق کو یاد کر لینا۔ اسکے بعد علم کو اپنے شاگردوں اور مستفیدوں میں پھیلانا۔ اور جو شخص اِن پانچ شرطوں میں سے ایک کو

فوت کر دیگا اُس کا علم ناقص رہیگا۔ اسی طرح آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار حدیث کے مطالعہ سے چار باتیں انتخاب کی ہیں۔ اول یہ کہ دُنیا کے مال پر مغرور نہ ہونا چاہئے۔ اور اس کے فریب میں نہ آنا چاہئے۔ دوسری یہ کہ جو چیز کمیت یا کیفیت کے رو سے ہضم نہ ہو سکے اُسے پیٹ میں نہ ڈالنا چاہئے تیسری یہ کہ علم اُسی قدر سیکھنا چاہئے۔ جتنا مفید ہو۔ چوتھی یہ کہ عورتوں پر کسی امر میں اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ آپ علم ادب اور فن شعر میں بھی باکمال تھے۔ چنانچہ آپ یہ دو شعر ہمیشہ پڑھا کرتے تھے ؎

واذا صاحبت فاصحب ماجدا ذا عفاف وحیاء وکرم

قوله للشئ لا ان قلت لا واذا قلت نعم قال نعم

ترجمہ۔ جب تو کسی کو اپنا ساتھی بنائے تو کسی بزرگ پاکباز اور صاحب حیا۔ اور صاحب مروت کو ساتھی بنا جو تیری نہ پر نہ کہے اور تیری ہاں پر ہاں"۔ ذیل کے دو شعر بھی آپ ہی کے فکر صائب کا نتیجہ ہیں۔ اور اُن سے آپ کی دینداری اور استغنا ظاہر ہے۔ ؎

اری ناسا بادنی الدین قد قنعوا ولا اراھم رضوا فی العیش بالدون

فاستغن باللہ عن دنیا الملوک کما استغنی الملوک بدنیاھم عن الدین

(ترجمہ) میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ تھوڑے سے دین سے سیر ہو جاتے ہیں یعنی دین میں تھوڑا سا عمل کرنے پر قناعت کر بیٹھتے ہیں۔ ولیکن حیران ہوں کہ میں اُن کو اس زندگی کے اسباب میں تھوڑے پر راضی ہوتے نہیں دیکھتا پس تو بھی بادشاہوں کے دُنیوی اسباب سے مونہہ موڑ کر اپنے معبودِ حقیقی کے ساتھ ایسا مستغنی ہو جا جس طرح کہ پادشاہ دین سے مُونہ موڑ کر اپنی دُنیا کے ساتھ مستغنی ہو گئے ہیں"۔

اسی طرح ذیل کے شعر بھی آپ ہی کے ہیں! ور اُن سے آپ کی نیک دلی اور پاک باطنی ظاہر ہے ؎ -

قد یفتح المرء حانوتا لمتجره ۔۔۔ وقد فتحت لک الحانوت بالدین

بین الاساطین حانوت بلا غلق ۔۔۔ تبتاع بالدین اموال المساکین

صیرت دینک شاهینا تصید به ۔۔۔ ولیس یفلح اصحاب الشواهین

ترجمہ - آدمی اپنی تجارت کے لئے دُکان کھولتا ہے۔ اور تیرے لئے دین کی ایک دُکان کھولی گئی ہے۔ ستونوں کے درمیان دُکان بلا علاقہ لگا ہے۔ اور تو دین سے مساکین کے مال خریدتا ہے۔ تو نے اپنے دین کو شاہین[1] بنا رکھا ہے جس سے تو شکار کرتا ہے اور شاہین والے بچا نہیں کرتے"

وفات حسرت آیات اوپر گزر چکا ہے۔ کہ آپ غازی و مجاہد بھی تھے۔ چنانچہ ۱۸۱ھ میں جہاد سے واپس آرہے تھے۔ جب قصبہ ہیت میں جو موصل کے توابع میں سے ہے پہنچے تو بیمار ہو گئے۔ جب اخیر کا وقت آگیا تو اپنے غلام سے جسکا نام نضر تھا اور علم حدیث کے معتبر راویوں سے ہے فرمانے لگے۔ کہ مجھے بچھونے سے فرش خاک پر ڈالدے۔ غلام رونے لگا۔ پوچھنے لگے کیوں روتا ہے۔ عرض کی کہ مجھے آپ کی ثروت و نعمت یاد آگئی اور یہ مسافرت اور بے بسی کی حالت دیکھی تو میں بیتاب ہو گیا ہوں۔ فرمانے لگے چپ رہو میں ہمیشہ خدا تعالےٰ سے دعا مانگتا رہا ہوں کہ میری زندگی امیرانہ طور پر گزرے اور میری موت خاکساروں کی طرح ہو پس اسی جگہ ۱۸۱ھ ہجری میں آپ رح جاں بحق ہوئے اور علمی دنیا پر تاریکی چھوڑ گئے۔ آپ کی وفات کے بعد بہت سے صلحائے آپ کو خواب میں دیکھا۔ کہ کوئی ندا کرنے والا کہتا ہے۔ :-

"عبداللہ بن مبارک فردوس اعلےٰ یعنے بہشت بریں میں پہنچ گیا"

[1] ایک شکاری پرندہ ہے ۱۲

اس مقام پر آپ کی قبر مشہور ہے اور لوگ اُس کی زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارحم علماء اُمۃ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم وارزقنا حبک وحب من یحبک وتحبہ۔

امام الحفاظ الاعلام فخر المحدثین العظام شیخ الاسلام

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ

علیہ سحائب رحمۃ اللہ الباری

نسب وولادت آپ شہر بخارا میں بتاریخ ۱۳ ماہ شوال ۱۹۴ھ ہجری بعد از نماز جمعہ پیدا ہوئے۔ آپ فارسی الاصل ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے:۔ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بَرْدِزْبہ۔ اور فارسی زبان میں بَرْدِزْبہ دہقان کو کہتے ہیں۔ آپ کا پڑدادا مغیرہ یمان جعفی والئی بخارا کے ہاتھ پر شرف باسلام ہوا۔ اسلئے آپ کو جعفی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان ایام میں ایسا ہی دستور تھا کہ جس کسی کے ہاتھ پر کوئی اسلام لاتا اُسی کے قبیلے کی طرف نسبت کیا جاتا پس دین اسلام آپ کی چوتھی پشت کی وراثت ہے۔

آپ کا نام محمد اور آپ کے باپ کا نام اسمٰعیل ہے۔ اور آپ زیادہ تر امام بخاری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور آپ کے القاب احادیث نبویہ کے متعلق سب سے زیادہ اور مفید خدمت کرنے کے سبب

امیر المومنین فی الحدیث اور ناصر الاحادیث المصطفویہ اور ناشر المواریث المحمدیہ ہیں۔ آپ کے باپ اسمٰعیل سے عراق کے بہت لوگوں نے روایت کی۔ اور وہ ثقہ اور معتبر راویوں میں سے ہے۔ جسے امام مالکؒ اور حمادؒ سے روایت کا شرف اور امام عبداللہ بن مبارک کی صحبت کا فخر حاصل ہے۔ اور وہ ایسا پرہیزگار اور متورع تھا۔ کہ اُس نے اپنی موت کے وقت کہا تھا۔ کہ میں اپنے مال میں کچھ بھی حرام یا مشتبہ نہیں پاتا۔"

نشوونما۔ ہمارے بزرگ امام بخاری ابھی خرد سال ہی تھے کہ آپ کے سر سے ایسے صالح باپ کا سایہ اُٹھ گیا۔ اور آپ اپنی ماں کی کفالت میں یتیم رہ گئے۔ اس مصیبت پر ایک اور صدمے نے زخم پر نمک پاشی کا کام کیا کہ جب ایسا نیک باپ آنکھوں سے غائب ہو گیا تو یہ آئینہ جہاں بیں بھی ٹوٹ گیا۔ اس سے آپ کی مہربان والدہ کو غم پر غم ہوا۔ اور نہایت رنج والم پہنچا چنانچہ اس اپنے نورِ چشم کی بینائی کے لئے روشنی اور اندھیرا بنانے والے خداوند تعالےٰ کی جناب میں دعائیں کیا کرتی تھی۔ کہ ایک رات خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر بشارت پائی کہ اے عورت اللہ تعالےٰ نے تیرے لڑکے کو پھر آنکھیں عطا کر دی ہیں چنانچہ صبح سویرے اس صادق خلیلِ خدائے جلیل کی بشارت کے مطابق اپنے خرد سال یتیم بچے کی آنکھیں صحیح اور دیکھتی پائیں۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بشارت سے آپ کی آنکھوں کا روشن ہونا اس امر کی علامت تھی کہ آپ سنت ابراہیمی اور ملت حنیفی کے لئے بدعت کے اندھیرے میں روشنی اور آنکھوں کا کام دینگے۔ اور خلیل اللہ علیہ السّلام کی اولاد میں سے عظیم الشان نبی آخر الزمان کی سنت کے اجرا کا سبب ہونگے۔ چنانچہ

آپ کی کتاب صحیح البخاری سے اُس کی تصنیف کے زمانے سے آجتک جو جو فوائد و برکتیں ہوئیں اہل علم پر مخفی نہیں۔

تحصیل علم آپ کا ایک بڑا بھائی بھی تھا جس کا نام احمد تھا۔ آپ کی والدہ نے اپنے دونوں لڑکوں کو ساتھ لیکر سفر حج کی تیاری کی حج سے فراغت پاکر آپ کی والدہ اور بھائی تو وطن کو واپس پھرے لیکن آپ تحصیل علم کے لئے مکہ شریف میں ٹھیرے رہے۔ آپ کا بھائی اپنے وطن میں فوت ہوگیا۔ اس سفر میں آپ کی عمر کوئی سولہ سال کی تھی۔ اس سے پیشتر آپ اپنے وطن میں مکتب میں پڑھا کرتے تھے۔ کہ قریبًا دس سال کی عمر میں قائد ازلی نے اپنے اس ارادے کو پورا کرنے کے لئے جس کے لئے آپ پیدا کئے گئے تھے۔ آپ کی توجہ علم حدیث کی طرف پھیر دی۔ چنانچہ آپ نے امام داخلی وغیرہ کے حلقہ درس میں آمد و رفت شروع کی۔ ایک روز داخلی نے اثناء تدریس میں سلسلہ اسناد اس طرح ذکر کیا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم۔ آپ نے پاس سے کہا کہ ابو زبیر کو ابراہیم سے روایت نہیں اُنہوں نے آپکو (چھوٹا جان کر) جھڑکا۔ آپنے عرض کی کہ آپکا اگر اصل مسودہ آپکے پاس ہو تو اُس کی طرف رجوع کریں۔ پس وہ اندر گئے اور اصل سے دیکھ کر آئے کہنے لگے کہ اے لڑکے یہ (سلسلہ اسناد) کس طرح ہے آپنے کہا۔ الزبیر بن عدی عن ابراھیم۔ پس آپ سے قلم لیکر اپنے لکھے ہوئے کو صحیح کیا۔ اور فرمانے لگے تو نے سچ کہا ہے۔ اسوقت آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ سولہ سال کی عمر تک آپ نے امام عبداللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابیں یاد کرلیں۔ اور امام ابوحنیفہ رح کے اقوال سے بھی معرفت حاصل کرلی۔

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں صحابہ اور تابعین رح کے فیصلے اور اقوال جمع کئے۔ اور اسی عرصہ میں روضۂ پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ کر چاندنی راتوں میں کتاب تاریخ کبیر تصنیف کی۔ آپ اس تاریخ کی نسبت فرماتے تھے کہ مینے اس میں ایسا کوئی نام نہیں لکھا۔ جس کے متعلق مجھے ایک قصہ یاد نہ ہو مگر مینے بخوف طوالت اس واقعہ کو درج نہیں کیا۔

آپ نے چھوٹی سی عمر میں علم حدیث میں ایسا کمال حاصل کیا۔ کہ لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ چنانچہ ابوبکر بن ابی عتاب کہتے ہیں۔ کہ ”ہم نے محمد بن اسمٰعیل سے محمد بن یوسف فریابی کے دروازے پر علم حدیث میں سے لکھا اور اُس وقت وہ بے ریش تھے۔ اور اُن کے چہرے پر کوئی بال نہ تھا“۔ آپ نے علم حدیث کے لئے بہت سفر کئے۔ کیونکہ اس زمانے میں علم حدیث میں بغیر مختلف شہروں میں سفر کرنے کے کمال حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ کا سب سے پہلا سفر مکہ شریف کا تھا۔ جو ۲۱۰ھ میں کیا اسوقت آپ کی عمر سولہ برس کی تھی۔ مکہ شریف کے سفر کے بعد آپنے دیگر مختلف شہروں کا سفر کیا۔ اور وہاں کے مشائخ حدیث سے روایت کی چنانچہ آپ نے اپنے وطن بخارا کے مشائخ میں سے محمد بن سلام بیکندی۔ عبداللہ بن محمد مسندی۔ محمد بن عرعرہ۔ ہرون بن اشعث اور دیگر بزرگوں سے روایت حدیث کا سماع کیا۔ اور بلخ میں مکی بن ابراہیم۔ یحییٰ بن بشر زاہد قتیبہ اور دیگر ائمہ حدیث سے سنا۔ اور مکی بن ابراہیم اُن لوگوں میں سے تھا۔ جسنے آپکے پاس تابعین میں سے ثقہ اور معتبر لوگوں سے روائت کی۔ اور مروؔ میں علی بن شقیق۔ عبدانؔ۔ معاذ بن اسد۔ صدقہ بن فضل

اور دیگر معتبر بزرگوں سے سنا۔ اور نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ۔ بشر بن حکم۔ اسحٰق اور کئی اور ثقہ راویوں سے روایت کی۔ اور رَے میں حافظ ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ اور بغداد میں محمد بن عیسیٰ بن طباع۔ شریح بن نعمان۔ اور دیگر کئی استادوں سے سُنا۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ کہ میں بغداد میں معلے بن منصور کے پاس ۲۱۰ھ میں گیا۔ (غالباً یہ حج کو جاتے وقت ہوگا) اور بصرہ میں ابو عاصم نبیل۔ بدل بن محبر۔ محمد بن عبداللہ انصاری۔ عبدالرحمن بن محمد بن حماد۔ عمر بن عاصم کلابی۔ عبداللہ بن رجا غدانی اور اُن کے طبقے کے دیگر راویوں سے سنا۔ اور کوفہ میں عبیداللہ بن موسےٰ۔ ابو نعیم۔ طلق بن غنام۔ اور حسن بن عطیہ (یہ دونوں آپ کے استادوں میں سے سب سے پہلے فوت ہوئے) اور خلاد بن یحییٰ۔ خالد بن مخلدہ فروہ بن ابی المغراء۔ قبیصہ اور اُن کے طبقے کے شیوخ سے سنا۔ اور مکہ معظمہ میں۔ ابو عبدالرحمن مقری۔ حمیدی۔ احمد بن محمد ازرقی اور دیگر مشایخ سے سنا۔ اور مدینہ منورہ میں عبدالعزیز اُویسی۔ مطرف بن عبداللہ ابو ثابت محمد بن عبداللہ۔ اور دیگر استادوں سے سنا۔ اور واسطہ میں عمرو بن محمد بن عون۔ وغیرہ سے۔ اور مصر میں سعید بن ابن ابی مریم۔ عبداللہ بن صالح کاتب۔ سعید بن تلمید۔ عمرو بن ربیع بن طارق۔ اور اُن کے طبقے کے لوگوں سے روایت کی۔ اور دمشق میں کچھ ابو مسہر سے بھی روایت کیا۔ اور نیز ابو نصر فرادیسی اور دیگر کئی ایک سے روایت کیا۔ اور قیساریہ میں محمد بن یوسف فریابی سے سنا (جسکے دروازے پر آپ سے کئی لوگوں نے لکھا اور جو ۲۱۲ھ میں فوت ہوا) اور عسقلان میں آدم بن ابی ایاس سے۔ اور حمص میں ابو مغیرہ اور ابوالیمان حکم بن نافع اور علی

بن عیاش اور احمد بن خالد وہبی اور یحییٰ وحاظی سے روایت کی۔ یہ سب مشائخ فن حدیث کے معتبر اور ثقہ راوی ہیں۔ اور اُنکے حالات کتب اسماء الرجال میں درج ہیں۔ امام محمد بن ابی حاتم آپ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک ہزار اسی شخصوں سے علم لکھا وہ سب کے سب اصحاب حدیث تھے اور آپ نے یہ بھی کہا کہ مینے صرف اُسی شخص سے لکھا جو یہ کہتا تھا۔ کہ ایمان قول و فعل کو کہتے ہیں۔

قوّت حافظہ و رسائی ذہن آپ کا ذہن بہت رسا اور صاف تھا اور حافظہ بہت قوی تھا۔ جو کچھ ایک دفعہ سنتے یا پڑھتے وہ آئینہ کی طرح دماغ میں اُتر آتا۔ اور پتھر کی طرح منقش ہوجاتا۔ چنانچہ بچپن میں جب آپ دیگر لڑکوں کے ساتھ سماع حدیث کے لئے حلقہ میں جاتے تو دوسرے طالب علم اُستاد سے جو کچھ سیکھتے لکھ لیتے تھے۔ مگر آپ صرف سماع پر کفایت کرتے اور لکھا نہ کرتے تھے۔ اسپر دوسرے طالب علم آپ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ کئی روز اس طرح گزر گئے۔ اور آپ نے اُنکے اعتراض کا کبھی جواب نہ دیا۔ ایک دن اُنسے کہنے لگے کہ تمنے جو مجھ پر اعتراضوں کی بوچھاڑ چھوڑ رکھی ہے۔ آؤ اپنے لکھے ہوئے مسودے لاؤ۔ وہ اپنی کاپیاں نکال لائے۔ تو اُن میں پندرہ ہزار حدیث سے زیادہ حدیثیں لکھی تھیں۔ آپ نے وہ سب ایسی خوبی سے برزبان سنانی شروع کیں کہ اُن کو آپ کی حفظ کے مطابق اپنے مسودوں کی اصلاح کرنی پڑی پھر اُن سے فرمانے لگے تمہیں یہ خیال ہوگا۔ کہ میں حلقہ درس میں فضول حاضر ہوتا ہوں۔ اور اپنی عمر ضائع کرتا ہوں۔ پس اُنہوں نے تسلیم کیا کہ آپ سے کوئی بڑھ نہیں سکیگا۔

اسی طرح ایک دفعہ جب آپ بغداد میں تشریف لے گئے تو وہاں کے محدث

جنہوں نے آپکے ذہن کی رسائی اور قوتِ حافظہ کی نسبت بہت کچھ سُنا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شنید کی تصدیق کے لئے آپ کو آزمانا چاہا پس اُنہوں نے دس شخصوں کو منتخب کیا اور ایک سو حدیث لیکر ہر ایک کو دس دس تقسیم کیں اور اسی طور پر قلب کیا کہ کسی حدیث کا سلسلہ اسناد کسی دوسری حدیث کے متن سے لگادیا۔ اور اسکا متن کسی دوسری کے اسناد سے پس اسی طرح ایک سو حدیث کے متن اور اسناد کو مقلوب و مخلوط کر دیا۔ اور آپسمیں کہنے لگے کہ امام بخاری کی مجلس میں حاضر ہو کر اُنپر ان احادیث کو بطور سوال پیش کرینگے پس آپکے پاس آکر ملاقات کے بعد اس امر کے لئے ایک تاریخ مقرر کی۔

"تاریخ مقررہ پر بغداد کے بہت سے علما اور نیز خراسان کے فضلا حاضر ہوئے اور مجلس کے آراستہ ہوجانے پر ان دس اشخاص میں سے ایک نے اپنے حصہ کی دس حدیثوں میں سے ایک پڑھ کر سنائی۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا لَا اَعْرِفُہٗ یعنے میں اُسے نہیں پہچانتا۔ اسی طرح اُس نے یکے بعد دیگرے دس پوری کیں۔ اور امام بخاری ہر ایک کے جواب میں لَا اَعْرِفُہٗ یعنے میں اُسے نہیں پہچانتا کہتے رہے۔ آپ کے ایسے جواب دینے پر مجلس میں سے علما لوگ تو ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ ان عقدوں کو تاڑ گئے ہیں مگر جو اس قصے سے خبر نہ رکھتے تھے۔ آپ کی نسبت عجز اور حافظہ کی کمی کا خیال کرنے لگے۔ اسی طرح ان دس علما میں سے ہر ایک نے باری باری اپنے حصہ کی مقلوب احادیث یکے بعد دیگرے پیش کیں۔ مگر امام بخاری رح ہر ایک کے جواب میں لَا اَعْرِفُہٗ ہی کہتے رہے۔ پس جب فارغ ہو چکے تو آپ نے پہلے شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ آپ نے پہلی اس طرح

پڑھی تھی۔ اور اُس کی تصحیح اس طرح ہے۔ اور دوسری اس طرح۔ تیسری اس طرح۔ علے الترتیب پوری دسوں حدیثوں کو اس شخص کے پڑھنے کے مطابق سنا سنا کر ہر ایک کی صحیح سند اور متن بتا دیا۔ اور پھر باقی نو شخصوں کو ان کی اپنی ترتیب سے اُن کی قلب کردہ احادیث پڑھ سنائیں۔ اور ہر حدیث کو اُسکے اپنے متن سے اور سند سے پیوند کیا۔ اسپر حاضرین مجلس نے آپ کے حافظہ کا اقرار کیا۔ اور آپ کی فضیلت کو تسلیم کیا۔

عاجز مؤلف کہتا ہے کہ صحیح بات کو یاد رکھنا اسقدر مشکل نہیں جسقدر کہ غلط اور بناوٹی بات کو اسی ہیئت میں یاد رکھنا مشکل ہے۔ پس اس سے امام بخاری کی قوت حافظہ کی عظمت صاف ظاہر ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارحمنا وایاہ وسائر المحدثین والمسلمین ٭

خصائل و شمائل اور زہد و تقوےٰ آپ نہایت سیر چشم اور سہل گیر تھے۔ چنانچہ آپ کو اپنے باپ کی وراثت سے بہت سا مال ملا آپ اس مال کو مضاربت[1] پر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک ایجنٹ سے آپ کی پچیس ہزار رقم ٹوٹ گئی تا ہم اُس سے دس درہم ماہواری قسط مقرر کی۔ اور اس حساب سے رقم وصول کی۔ مؤلف کہتا ہے۔ امام بخاری نے اس میں آیت قرآنی پر عمل کیا۔ جو یہ ہے وَاِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ یعنے اگر تمہارا مقروض تنگ دست ہو تو اُسے میسر آنے تک ڈھیل دو (یعنے سخت گیری سے تقاضا نہ کرو) اور اس مضمون کی کئی احادیث بھی ہیں۔ آپ کی سیر چشمی اور نیت کو اقرار کے برابر سمجھنا اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کا کچھ مال آیا۔

---

[1] مضاربہ یہ ہے کہ ایک شخص کی رقم ہو اور دوسرا شخص خود کام کرنے والا ہو اور وہ دونوں نفع۔ نقصان میں شریک ہوں۔ منہ ۱۲۔

دن کے پچھلے پہر سوداگروں نے آپ کے پاس آکر پانچہزار درہم کے نفع پر وہ مال خریدنا چاہا۔ آپ نے منظور نہ کیا۔ دوسرے دن اور سوداگر آئے۔ اور اس مال کا نفع دسہزار تک چڑھ گیا۔ آپ نے اُن کو نہ دیا اور کہا کہ مینے رات نیت کر لی تھی۔ کہ پہلے سوداگروں کو (جنہوں نے پانچہزار نفع دینا کیا تھا) دیدوں گا پس اُن کو بلا کر دیدیا۔ اور فرمانے لگے کہ میں نہیں چاہتا کہ اپنی نیت کو توڑوں۔ آپ کے اخلاق بھی بہت وسیع تھے۔ اور اگر بشریت کے سبب کبھی غصہ آتا تو اُسے کسی نیک کام کے کرنے سے فرو کرتے نہ کہ انتقام لینے سے چنانچہ ایک دفعہ آپ کی ایک لونڈی آئی اور اُس نے اندر جانا چاہا۔ تو اس سے ایک دوات پر جو آپ کے سامنے پڑی تھی ٹھوکر لگی۔ آپ رح نے اُسے کہا تو کس طرح چلتی ہے۔ لونڈی نے جواب دیا جب راستہ نہو تو کس طرح چلوں۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اُسے کہا کہ جا مینے تجھے آزاد کر دیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اُسنے تو آپ کو غضبناک کیا تھا۔ آپ نے فرمایا (ہاں) مَیں نے جو کچھ کیا اِس سے اپنے جی کو راضی کر لیا۔ یعنے خدا کے لئے اُسکے آزاد کرنے سے جو خوشی مجھے ہوئی اُس سے میرا رنج جاتا رہا۔

آپ کسی کی بدگوئی اور غیبت سے بہت پرہیز کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ غیبت حرام ہے۔ مَیں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ اسی طرح بکر بن منیر کہتے ہیں کہ مینے امام بخاری کو یہ کہتے سنا کہ مجھے امید ہے کہ خدا تعالٰے مجھے کسی کی غیبت کا حساب نہیں لیگا۔

باوجود مالدار ہونے کے آپ خرید و فروخت میں کسی شئے کا سودا خود نہیں کیا کرتے تھے بلکہ کسی شخص کو کہہ دیتے اور وہ معاملہ طے کر دیتا۔ اس کی وجہ یہ فرمایا کہ خرید و فروخت میں کمی بیشی وغیرہ کرنی پڑتی ہے۔ (اور میں اُسے

پسند نہیں کرتا) آپ بہت کم کھایا کرتے تھے - اور بہت سخی تھے - خصوصاً طلبہ علم کے ساتھ بہت سلوک کرتے تھے - چنانچہ ایک دفعہ جب آپ شہر بخارا کے قریب ایک سرائے تیار کرا رہے تھے - تو بہت سے لوگ اس میں آپ کی اعانت کرتے تھے اور آپ بذات خود اینٹیں ڈھوتے تھے - اس پر آپ کو کہا جاتا تو آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو یہی (اپنی محنت) نفع مند ہوگی -

ایک دفعہ آپنے ان لوگوں کے لئے ایک گائے ذبح کی اور موضع فربر سے تین درہموں کی روٹیاں خرید کر لائی گئیں - جو اُس زمانہ کے نرخ پر پندرہ سیر تھیں - جب کھانا تیار ہو چکا - تو آپ نے سب لوگوں کو بلایا - جو ایک سو یا زیادہ تھے - آپ کو معلوم نہیں تھا کہ اتنے لوگ جمع ہو جائینگے - خیر وہ سب کھانا حاضرین کے سامنے رکھا گیا - سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور ابھی خاصی مقدار روٹیاں باقی بھی بچ رہیں - آپ کو قرآن شریف حفظ تھا اور اُس کی بہت تلاوت کرتے تھے - چنانچہ رمضان مبارک کی پہلی رات کو آپ کے مخلص آپ کے پاس جمع ہو جاتے اور آپ انکے ساتھ قیام کرتے اور ہر رکعت میں بیس آئتیں پڑھتے اور اسی طرح کرتے یہانتک کہ قرآن شریف ختم ہو جاتا اور آپ رات کے پچھلے وقت اُٹھ کر قرآن شریف نصف سے کم اور ثلث سے زیادہ پڑھتے - اور اس طرح ہر تیسری رات ختم کرتے - اور دن کو ہر روز ایک ختم کرتے - اور روزانہ ختم روزہ افطار کرنے کے وقت کرتے - اور کہا کرتے تھے کہ ہر ختم کے وقت کی دعا مستجاب ہوتی ہے - آپ تیراندازی کے بھی خوب مشاق تھے - اور آپ کا تیر نشانے سے بہت کم چوکتا تھا - چنانچہ محمد بن ابی حاتم وراق جو عموماً سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے کہتے ہیں کہ جتنی مدت تک میں آپ کے ساتھ رہا میں نے سوائے دو دفعہ کے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کا

تیر نشانہ سے چوکا ہو۔ وہ یہہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ہم تیراندازی کے لئے سواریوں پر نکلے۔ اور امام بخاری رح نے تیر چلایا۔ تو وہ نہر کے پل کی میخ چوبی کو لگا وہ پھٹ گئی۔ جب آپ نے ایسا دیکھا تو سواری سے اتر کر میخ سے تیر نکالا۔ اور تیراندازی سے ترک کر کے ہم سے کہنے لگے۔ کہ چلو واپس چلیں پس آپ نے مجھے لمبے سانس بھر کر کہا اے ابو جعفر مجھے تیرے متعلق ایک کام ہے۔ میں نے کہا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم اس پل کے مالک کے پاس جاؤ۔ اور اسے کہو کہ ہم سے آپ کی میخ ٹوٹ گئی ہے۔ پس یا تو آپ ہمکو اجازت دیں کہ ہم نیا تیار کرا کے لگا دیں۔ اور یا اس کی قیمت بھر لیں۔ یا معاف کر دیں میں پل کے مالک حمید بن اخضر کے پاس گیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ (امام) ابو عبداللہ (بخاری) سے میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ آپ سے جو کچھ ہوا وہ معاف ہے اور میری ساری ملکیت آپ پر فدا ہے۔ میں نے آپ کو یہہ پیغام سنایا تو آپ خوشی سے پھر آئے۔ اور اس دن غربا کو پانچ سو حدیث سنائی اور تین سو درہم تصدق کئے۔ آپ بہت مستجاب الدعوات تھے لیکن آپ (حاجات دنیوی کے لئے) زیادہ دعا نہیں مانگتے تھے اور اسکی وجہ یہی فرماتے تھے کہ میں نے دو دفعہ دعا مانگی۔ تو وہ فوراً قبول ہو گئی۔ پس تب سے میں دعا نہیں مانگتا۔ تاکہ میری نیکیاں کم نہ ہو جائیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر میں دنیوی حاجات میں دعائیں مانگ مانگ کر اس دنیا میں سب کچھ لیلوں۔ تو اتنی آخرت میں کمی ہو جائیگی واللہ اعلم۔

مدح و ثنا آپ کے اوصاف کا سارا زمانہ مُقر ہے۔ اور آپ کا فن حدیث میں یگانہ امام ہونا ہر چھوٹے بڑے کے نزدیک مسلم ہے۔ سب سے بڑھکر یہ بات کہ

کہ آپکے اُستاد آپ کے مدّاح اور آپ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ چنانچہ قتیبہ بن سعید جو آپ کے بلخی استادوں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ مَیں فقہاء کے پاس بھی بیٹھا۔ اور زاہدوں اور عابدوں کی صحبت بھی کی۔ مگر جب سے مینے ہوش سنبھالی محمّد بن اسماعیل کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ اور وہ اپنے زمانہ میں ایسا ہے جیسے حضرت عمر رضہ صحابہ رضہ کے درمیان۔ اور اُنہی سے منقول ہے۔ کہ اگر (امام) محمّد بن اسماعیل (بخاری) صحابہ میں ہوتے تو ایک نشانی ہوتے۔ اسی طرح ایک دفعہ امام قتیبہ بن سعید سے کسی نے نشے سے بیہوش شخص کی طلاق کی بابت پوچھا اتنے میں امام بخاری رح آپہنچے۔ تو قتیبہ نے کہا لے لو! یہ احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور علی بن مدینی ہے خدا ان سب کو تمہارے پاس لے آیا۔ یعنی ایک ہی شخص اُن سب کے برابر ہے۔ اسی طرح ابو مصعب نے ایک دفعہ کہا۔ کہ ہمارے نزدیک (امام) محمّد بن اسماعیل (بخاری) حدیث میں امام احمد بن حنبل سے زیادہ فقاہت اور بصیرت رکھتے ہیں۔ تو آپ کے ہمنشینوں میں سے ایک نے کہا کہ آپ نے حد سے زیادہ تعریف کی۔ ابو مصعب نے کہا کہ اگر تو امام مالک رح کو پاتا اور اُنکے اور محمّد بن اسماعیل رح کے چہرے کی طرف دیکھتا تو کہتا۔ کہ حدیث دانی اور فقاہت میں دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح قتیبہ بن سعید رح کہتے ہیں کہ میرے پاس زمین کے مشرق اور مغرب یعنے زمین کے ہر طرف سے لوگوں نے طلب حدیث کے لئے رحلت کی مگر مَیں نے محمّد بن اسماعیل رح کی مانند کسی کو نہ پایا۔ اسی طرح ابراہیم بن محمّد بن سلام کہتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً سعید بن ابی مریم (یہ آپکے مصری استادوں میں سے ہیں) اور حجاج بن منہال اسماعیل بن ابی اویس اور حمیدی اور نعیم بن حماد اور عدنی یعنے محمد بن یحیےٰ بن ابی عمر اور

خلال یعنے حسن بن علی حلوانی اور محمد بن میمون اور ابراہیم بن منذر اور ابو کریب محمد بن علاء اور ابو سعید عبد اللہ بن سعید الاشج اور ابراہیم بن موسے فراء اور ان جیسے دیگر مشائخ (امام) محمد بن اسماعیل کو حدیث کی پہچان میں اپنے آپ پر فضیلت دیتے تھے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ خراسان سے محمد بن اسماعیل کی مانند کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اسی طرح جب ایک دفعہ آپ (امام احمد بن حنبل) سے آپ کے بیٹے عبد اللہ نے حفاظ (حدیث) کی نسبت پوچھا تو آپ نے چند شخصوں کے نام لئے اور سب سے پہلے امام بخاری کو گنا۔ کہ "**خراسانی جوان**"۔

آپ کی مدح میں ہر زمانے کے محدثین نے جو کچھ کہا۔ وہ اسقدر زیادہ ہے کہ لکھنے سے مضمون بہت طویل ہو جاتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ واقعی حضرت امام بخاری محدثین میں ایسے ہی ہیں جیسے حضرت عمر رض صحابہ رض میں تھے۔ اور اگر وہ صحابہ رض میں ہوتے تو بیشک ایک نشان ہوتے۔

آپ کی تصانیف اور آپ کے شاگرد

آپ نے علم حدیث میں متعدد کتابیں لکھیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:۔ **ادب المفرد** جو آپ سے احمد بن محمد بن جلیل روایت کرتے ہیں۔ یہ کتاب ایک جلد ہے اور اس میں اخلاق و آداب کے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔ اور ہندوستان میں چھپ چکی ہے۔ اور رسالہ قرأت خلف الامام اور **رسالہ** رفع الیدین فی الصلوٰۃ یہ بھی لاہور میں چھپ چکے ہیں۔ پہلے رسالہ میں رکوع کو جانے اور رکوع سے اُٹھتے وقت اور دوسری رکعت کے تشہد سے اُٹھ رفع یدین کرنے کو احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے۔ اور دوسرے رسالہ میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا احادیث سے ثابت کیا ہے۔

رسالہ برالوالدین ماں باپ کے ساتھ احسان و نیکوئی کرنے کے باب میں۔ یہہ رسالہ آپ سے محمود بن دسویہ روایت کرتا ہے۔ تاریخ کبیر اور تاریخ اوسط اور تاریخ صغیر۔ یہ تینوں کتابیں اسلامی تاریخ ہیں رسالہ خلق افعال العباد اس باب میں ہے کہ بندوں کی طرح اُن کے اعمال و افعال بھی خدا تعالے کے مخلوق ہیں۔ معتزلوں کی رد میں ہے ہندوستان میں چھپ چکا ہے۔ کتاب الضعفا اور جامع الکبیر اور تفسیر کبیر (یہ تفسیر امام رازی رح کی تفسیر کبیر جو آجکل دستیاب ہو سکتی ہے اس کے سوائے ایک اور ہے) اور کتاب الاشربہ اور کتاب الھبہ اور اسامی الصحابہ اور کتاب الوحدان یعنے اُن شخصوں کا ذکر جنسے ایک ہی حدیث مروی ہے۔ اور کتاب المبسوط اور کتاب العلل اور کتاب الکنےٰ اور کتاب الفوائد۔

آپ کی تصانیف مفید اور قابل قدر ہیں لیکن جامع الصحیح جسے صحیح بخاری کہتے ہیں۔ اپنی نظیر آپ ہے۔ اسلامی کتب خانہ میں قرآن شریف کے بعد کوئی ایسی کتاب نہیں جو صحت اور کثرت فوائد میں اُس کے رتبے کو پہنچ سکے۔ اِسی لئے اس کی نسبت اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنے قرآن شریف کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب" ہر زمانے کے علما و فضلا میں مسلم قول چلا آیا ہے۔ امام ہمام نے اِس کتاب کے نام میں دو لطف رکھے ہیں۔ ایک یہ کہ علم حدیث میں جس جس فن کے متعلق روایت وارد ہے۔ اِس کے متعلق باب باندھکر اِس کے ذیل میں روایات کا ذکر کیا ہے۔ دوم یہ کہ ان روایات ذکر کردہ میں صحت کا التزام کیا ہے۔ پس کتاب کا نام جامع الصحیح ہوا۔ یہ سب سے

پہلی کتاب ہے۔ جو اس صفت پر لکھی گئی۔ اس سے پیشتر اسلام میں اس صفت کی کوئی کتاب نہ لکھی گئی تھی۔

اس کتاب کی جلالت شان اور قدر و منزلت اور کثرت فوائد اور لطائف و نکات علمیہ کے ذکر سے علمائے ذی شان کے سینے مسرور اور زبانیں تر ہیں۔ حتیٰ کہ حوادث و مصائب کے وقت اسکا ختم مشائخ کا مجرب و معمول ہے۔ چنانچہ ابن ابی جمرہ کہتے ہیں۔ إِنَّ صَحِيْحَ الْبُخَارِيِّ مَا قُرِئَ فِيْ شِدَّةٍ إِلَّا فُرِجَتْ وَلَا رُكِبَ بِهٖ فِيْ مَرْكَبٍ إِلَّا نَجَتْ الخ یعنے بیشک صحیح بخاری کسی مصیبت و سختی کے وقت پڑھی نہیں گئی مگر وہ سختی دُور ہوگئی اور اسکو ساتھ لیکر کسی جہاز و کشتی پر سواری نہیں کی گئی مگر وہ جہاز و کشتی ہلاکت سے بچ گئے۔"

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس کتاب کو سولہ سال میں لکھا اس کے لکھنے کی کیفیت بھی عجیب برکت والی ہے۔ چنانچہ آپ رح فرماتے ہیں کہ "مینے اس کتاب میں کوئی ایسی حدیث نہیں لکھی کہ اس سے پہلے تازہ غسل نہ کیا ہو۔ اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو اور مینے اس کو قریبًا چھ لاکھ حدیث سے منتخب کرکے سولہ سال میں لکھا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے اور اپنے درمیان اس کو حجت بنایا ہے۔ اور مینے اس میں کوئی ایسی حدیث داخل نہیں کی جس کی صحت کی نسبت استخارہ کے بعد مجھے یقین نہ ہوگیا ہو۔" اس کتاب کے مبارک ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ آپ نے اس کتاب کا مسودہ مسجد بیت اللہ شریف میں تیار کیا۔ اور پھر اس مسودہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک اور منبر مبارک کے درمیان بیٹھ کر صاف کیا۔ جس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا، اور وہ حدیث بھی اسی کتاب میں ہے۔ مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ "یعنے جو جگہ میری قبر اور منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے"۔

اِس کتاب کی شہرت اور قبولیت آپ کی زندگی میں اتنی ہوئی کہ خود آپ کی زبان مبارک سے اِس کتاب کو نوے ہزار اشخاص نے روایت کیا۔ اس قدر روایت کسی کتاب کی نہیں۔ اِس کتاب میں آپنے صحت کا التزام کیا ہے۔ اور کوئی ضعیف چھوڑ معلول حدیث بھی داخل نہیں کی۔ اِس میں جسقدر مسند حدیثیں ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اِس کتاب کی جلالت کو نہ ماننا اور اس کی اہانت کرنا بدعتی ہونیکا نشان سمجھا گیا ہے چنانچہ حجۃ الہند حکیم الامۃ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی مبارک کتاب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں "صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) پر تمام محدثین نے اتفاق کیا ہے کہ صحیحین میں جتنی حدیثیں متصل مرفوع ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں۔ اور ان دونوں کتابوں کا ثبوت مصنفین تک بالتواتر ہے۔ اور جو ان کی حالت کو نگاہِ عظمت سے نہ دیکھے وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کے رستہ کے خلاف رستہ ڈھونڈنے والا ہے۔ اگر تم صحیحین کا ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی کتابوں اور خوارزمی وغیرہ کی سندوں سے مقابلہ کروگے تو اُن میں مشرق و مغرب کا فرق پاؤگے"۔

مَیں کہتا ہوں اِن کتابوں کی نسبت جو کچھ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے وہ تحقیق و انصاف کی نظر سے لکھا ہے۔ حسن ظنی اور پاسِ مذہبی کے اثر سے نہیں لکھا۔ کیونکہ صحیح بخاری کی تصنیف کے زمانے سے علماء ہمیشہ اِس کی احادیث کی تنقید اور اس کے راویوں کے حالات کا تفحص

اور اُس کے ابواب و مسائل کی تحقیق میں غور و کوشش کرتے رہے ہیں جس کسی کو اُس کی کسی حدیث کی نسبت کوئی خدشہ ہوا۔ آخر کار اُس کی اپنی نظر کا قصور ظاہر ہوا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اِس کتاب میں جو باب باندھے ہیں۔ اور اُن کے ذیل میں جو احادیث ذکر کی ہیں۔ ان میں مناسبت اور طریق استدلال ایسا لطیف و باریک ہوتا ہے۔ کہ علما اسکے ادراک و بیان میں حیران ہوتے ہیں۔ اور اُن کو آپ کے دِقتِ خیال اور جدتِ طبع اور سرعتِ انتقالِ ذہن اور علوِ نظر اور لطافتِ استدلال اور قوتِ اجتہاد کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ امر صحیح بخاری کے درس کرنیوالوں پر مخفی نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حدیث لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ (یعنے اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی ہو تو بھی اِن لوگوں (اہل فارس) میں سے کچھ لوگ اسکو حاصل کرینگے) کی نسبت مذاکرہ کر رہے تھے۔ فقیر (شاہ ولی اللہ صاحب) نے کہا کہ امام بخاری رح اِس حدیث کے حکم میں داخل ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اُن کی معرفت علم حدیث کو مشہور کیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث اِس جوانمرد کے واسطے سے ہمارے زمانے تک صحیح اور متصل سند سے باقی رہی۔ معاصرین میں سے ایک شخص نے جو اہل حدیث کے ساتھ نقار رکھتا تھا۔ اس پہلی بات کو پسند نہ کیا۔ اور کہا کہ امام بخاری فن حدیث کے حافظ تھے۔ علم نہ رکھتے تھے۔ اور حدیث کے حفظ میں قوی تھے۔ اور فقہ اور فہم معانی میں ضعیف تھے۔ مینے اس عزیز کے خطاب سے رخ پھیر لیا۔ کیونکہ کچھ فائدہ نہ تھا۔ اور دیگر دوستوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہ شیخ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ اِمَامُ الدُّنْیَا

فِی فِقْہِ الْحَدِیْثِ یعنے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری حدیث کی فقاہت میں کُل دُنیا کے پیشوا ہیں"۔ اور (حافظ ابن حجر کی) یہ بات اِس شخص کے نزدیک جو فن حدیث کا مطالعہ رکھتا ہو بدیہی ہے۔ اور قابل شک وشبہ نہیں ہے اِس کے بعد مینے بعض علمی تحقیقات جو خاص امام بخاری کی ایجاد ہیں اور اُن کا جھنڈا سوائے امام بخاری کے اور کسی نے نہیں اُٹھایا بیان کیں۔ اور اس باب میں جو کچھ خدا تعالےٰ نے چاہا میری زبان پر جاری کیا۔ خواجہ محمد امین (جو حاضرین میں تھے) کہنے لگے جو کچھ یہ ذکر ہوا نہائت مفید ہے لیکن ہمارے حافظے اِس کو یاد نہیں رکھ سکتے۔ مگر اس صورت میں کہ اِس تقریر کا حاصل اختصار کے طور پر لکھا جائے۔ لہذا اُنکی استدعا سے مینے کچھ تقریر تحریر کی (از اتحاف) اِس کے بعد وہ تحریر نقل کی ہے اور وہ بخوفِ طوالت ہم اِس جگہ نہیں لکھ سکتے۔

اِس کتاب کی بہت سی شرحیں ہیں۔ اور علم حدیث میں تبحر رکھنے والوں کی ہمیشہ تمنا رہی ہے کہ اِس کتاب کے لطائف وعلوم کو بیان کیا جائے اور اس کی مشکلات کا حل کیا جائے۔ چنانچہ ہر شارح نے اپنے مذاق کے مطابق اِس کی شرح لکھی۔ اپنا علم خرچ کیا۔ اور سیر ہوکر دوسرے مذاق کو اُسکے صاحب کے لئے چھوڑا۔ اِس کتاب کی شرحیں ساٹھ سے زیادہ ہیں۔ اِن سب میں سے دو بہت مشہور اور مفید ہیں۔

اوّل فتح الباری تصنیف خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ یہ شرح سب سے بڑی ہے۔ اور صحیح بخاری کے حل کرنے میں سب سے اول نمبر پہ ہے اور خوبیوں کے لحاظ سے اسی قابل ہے کہ اسے فتح الباری کہا جائے اس شرح کا مقدمہ جسکا نام ہدی الساری ہے۔ ایک مستقل

جلد میں ہے۔ اور اس میں فوائد حدیثیہ اور نکات ادبیہ اور فوائد فقہیہ اور
اعتراضات کے جواب اور فضائل امام بخاری ذکر کئے ہیں۔ یہ مقدمہ صحیح
بخاری پر ایسا جنرل ریویو ہے۔ کہ اُس کو مختصر طور پر صحیح بخاری کی شرح
کہنا بیجا نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے ایسے لطیف نوٹ دیئے ہیں جو
دوسری مبسوط شروح میں مشکل سے ملتے ہیں۔ اِس شرح کو حافظ صاحب
نے ۸۱۷ھ ہجری میں بطریق املا تصنیف کرنا شروع کیا۔ بعد اسکے کہ ۸۱۳ھ
ہجری میں مقدمہ مذکور کامل تصنیف کر چکے تھے۔ اور اس سے پہلے شرح
کا وعدہ بھی کر چکے تھے۔ پس اس شرح کو اپنے خط سے تھوڑا تھوڑا لکھنا
شروع کیا۔ تھوڑا لکھنے اور علماء کی جماعت جو آپ سے مستفید ہونے کو حاضر
ہوتی۔ اُس کو لکھ لیتی۔ اور ہر ہفتہ میں ایک بار اصل سے مقابلہ کرتے علامہ
ابن خضر جو قاری ہوئے۔ حتیٰ کہ یکم رجب ۸۴۲ھ ہجری کو حافظ صاحب کی
وفات کے دس سال پہلے تمام شرح مکمل ہو گئی۔ جب شرح ختم ہو گئی
تو حافظ صاحب نے ایک ماہ بعد یعنے ۲ شعبان کو شکریہ میں ایک عام ولیمہ
کیا۔ اور اس ضیافت میں کل لوگ آئے۔ اِس ولیمہ پر پانچسو دینار خرچ
ہوئے۔ شرح کی قبولیت و شہرت بھی ایسی ہوئی۔ کہ حافظ صاحب کی زندگی
ہی میں اطراف کے بادشاہوں نے طلب کی۔ اور تین سو دینار۔ اُس کی
قیمت پڑی۔ اِس شرح کی عظمت ایک اسی بات سے ظاہر ہے۔ کہ امام
شوکانی علیہ الرحمۃ کو جو ۱۲۵۰ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ اُنکی وسعت
علم اور قوت اجتہاد کے لحاظ سے کسی نے کہا کہ جس طرح اوروں نے صحیح
بخاری کی شرحیں لکھی ہیں۔ آپ بھی کیوں نہیں لکھتے۔ تو آپ نے فرمایا
لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ ۔ یہ عبارت حدیث شریف کی ہے۔ اور یہ کلمات انحضرت

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ پر فرمائے تھے۔ کہ اب فتح کے بعد ہجرت کا حکم نہیں ہے۔ امام شوکانی علیہ الرحمۃ نے اِس حدیث کو اِس مطلب کے لئے بیان کیا۔ کہ فتح الباری کے بعد کسی اور شرح کی ضرورت نہیں ہے فتح الباری دہلی اور مصر میں چھپ چکی ہے۔

دوسری شرح جو بہت مفید ہے علامہ بدرالدین عینی کی ہے۔ اس شرح کا نام **عمدۃ القاری** ہے۔ اور **عینی شرح بخاری** کے نام سے زیادہ تر مشہور ہے۔ یہ شرح بھی صحیح بخاری کے عجائبات بیان کرنے میں ازبس مفید ہے لیکن فتح الباری کو اسپر فضیلت ہے۔ کیونکہ علامہ عینی رح حافظ ابن حجر رح سے برہان خضر رح کی معرفت فتح الباری کا نسخہ منگواتے تھے اور مشکلات کو اس سے نقل کرتے تھے۔ چنانچہ یہ امر فتح الباری اور عمدۃ القاری کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہے کہ عمدۃ القاری میں فتح الباری سے کئی مقامات تک پورا ورق منقول پایا گیا ہے اور عموماً عبارت کو کچھ تغیر کرکے اور طریق بیان کو بدل کر بیان کیا ہوا تو قریباً ہر جگہ پایا جاتا ہے دیگر یہ کہ جس مسئلہ میں علامہ عینی رح کو حافظ ابن حجر سے بوجہ حنفی ہونے کے خلاف ہوتا ہے۔ اُس میں اس بیان کی تردید کرتا ہے۔ جو حافظ صاحب نے فتح الباری میں لکھا۔ اس سے بھی پایا جاتا ہے کہ علامہ محمود رح کے پاس فتح الباری کا نسخہ ضرور تھا۔ اگر ان اعتراضات وتردیدات کو نکالکر عمدۃ القاری کو دیکھا جائے۔ تو فتح الباری ہی کہ دوسری طرز میں بیان کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پس فتح الباری کی فضیلت میں کوئی شک نہیں الحمدللہ کہ اِس عاجز کے پاس دونوں شرحیں موجود ہیں۔ نفعنی اللہ بہما۔ آمین +

بالجملہ صحیح بخاری کی فضیلت وجلالیت ہر زمانے کے علماء میں مسلّم ہے۔ اور اسکا جاننا حدیث دانی کے کمالات میں سے ہے۔ اور حدیث شریف کی درسی کتابوں میں سے سب سے انتہائی کتاب ہے۔ جسکے پڑھنے اور پڑھانے میں شاگردوں اور استادوں کو کمال محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ اور جملہ علوم دینیہ فروع واصول کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس کتاب کی قبولیت یہانتک ہے کہ اسکا لقب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب مشہور ہو گیا ہے اس کی وجہ یہہ ہے کہ ایک شخص کو خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو (امام) شافعی رح کی کتاب کو کب تک پڑھتا رہیگا۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتا۔ من نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کی کتاب کونسی ہے۔ آپنے فرمایا۔ جَامِعُ الصَّحِيحِ لِلْبُخَارِيِّ ''یعنے بخاری کی جامع صحیح +

وفات حسرت آیات شاہ عبد الحق صاحب دہلوی نے آپ کی وفات کا واقعہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس طرح لکھا ہے کہ جب آپ علم کی طلب اور مختلف شہروں کے سفر اور مشائخ کی ملازمت سے فارغ ہو چکے۔ تو اپنے وطن بخارا کی طرف واپس پھرے۔ اہل بخارا نے آپ کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ اور ایک فرسنگ تک آپکے استقبال کو نکلے۔ اور اس فرسنگ میں آپکے لئے تنبو اور خیمے لگائے اور آپ پر سے درہم ودینار نثار کئے۔ چند مدت بخارا میں مقیم رہے اور حدیث کا درس کرتے رہے۔ دنیا میں ہر طرح کی دولت کے حاسد ہوتے ہیں۔ اور دولت علم کا حسد سب سے زیادہ جلانیوالا ہوتا ہے۔ چنانچہ حاسدوں میں سے ایک شخص نے حاکم بخارا کو برانگیختہ کیا۔ اور اس نے آپ سے کہلا بھیجا کہ اپنی جامع صحیح اور تاریخ کبیر لیکر آؤ تاکہ ہم آپ سے ان دونوں کتابوں کا

سماع کریں۔ آپ نے جواب دیا میں علم کو خوار نہیں کرتا۔ اور لوگوں کے گھروں پر نہیں لیجاتا۔ اگر اُن کو حاجت ہے۔ تو میری مسجد اور میرے مکان پر حاضر ہو کر سنیں۔ ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ والی بخارا نے یہ چاہا کہ آپ اُس کی اولاد کے لئے درس کی ایک خاص مجلس منعقد کیا کریں جس میں اُن کے سوائے اور کوئی نہ ہو۔ اور حدیث کا سماع کرائیں آپ نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ حدیث کے سماع میں کچھ لوگوں کو محروم کر کے دوسروں کو مخصوص کروں۔ (کیونکہ یہ تو خوانچہ نبوی ہے اس میں سب یکساں ہیں) پس یہ امر حاکم بخارا کی کشیدگی خاطر کا سبب ہوا۔ (جیسا کہ حکام کا قاعدہ ہے گاہے بسلامے بر نجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند) نوبت یہاں تک پہنچی کہ حاکم بخارا نے آپ کی نسبت بخارا سے نکل جانیکا حکم صادر کیا۔ آپ نے شہر سے نکلتے وقت یہ دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اَرِهِمْ مَاقَصَدُوْنِیْ بِهٖ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَاَوْلَادِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ "یعنے بار خدایا جس امر کا اُنہوں نے میری نسبت قصد کیا ہے۔ تو اُن کو وہی اُن کی اپنی جانوں۔ اُن کی اہل و اولاد میں دکھا۔" آپ کی حالتِ مظلومی کی دعا ایسی تیر بہدف ہوئی کہ ابھی ایک ماہ کامل نہ گزرا تھا کہ اِس والیٔ بخارا کے نام شاہِ وقت کی طرف سے معزولی کا حکم صادر ہوا۔ اور نیز رسوائی ہوئی کہ اُس کو ایک گدھے پر سوار کر کے شہر کے گرد پھرایا۔ اور اُس کے پیچھے ندا کی جاتی تھی کہ بدکردار کی سزا یہی ہے۔ اس کے بعد اُسے قیدخانہ میں بند کیا۔ حتیٰ کہ اُسی میں مرگیا۔ اور جو لوگ امام بخاری کی ایذا میں اُس کے مددگار ہوئے تھے وہ بھی سب کے سب اپنی سزا کو پہنچ کر خلقت کے لئے عبرت بنے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

شعر

لِلّٰہِ قَوْمٌ اِذَا حَلُّوْا بِمَنْزِلَۃٍ حَلَّ الرِّضَا وَ یَسِیْرُ الْجُوْدُ اِنْ سَارُوْا

یعنے خدا کی شان وہ لوگ کیسے بھلے ہیں۔ خدا ان کا بھلا کرے جو جب کسی جگہ اترتے ہیں۔ تو وہاں خدا تعالےٰ کی خوشنودی نازل ہوتی ہے۔ اور جب کسی جگہ سے چلے جاتے ہیں۔ تو وہاں سے برکت بھی چلی جاتی ہے۔

جب آپ بخارا سے باہر نکلے اور خبر سمرقند میں پہنچی۔ تو اہل سمرقند نے آپ کو لکھا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں۔ آپ نے اس طرف توجہ کی جب موضع خرتنگ تک پہنچے۔ تو آپ کو معلوم ہوا کہ شہر کے باشندے آپ کے وہاں رہنے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ پس آپ نے اُسی گاؤں میں توقف کیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ رائے کیا قرار پاتی ہے ایک رات لوگوں کے اختلاف اور اُن کی طرف سے فتنہ میں پڑنے کے اندیشہ سے دلتنگ ہو گئے اور نماز تہجد کے بعد یہ دعا مانگی۔ اَللّٰھُمَّ ضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ یعنے خداوندا تیری زمین باوجود فراخ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ پس تو مجھے قبض کر لے۔ اسی مہینے میں وہاں بیمار پڑ گئے اور غرہ شوال ۲۵۶ھ ہجری میں عشا کی نماز کے بعد فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَ ارْحَمْہُ اور عید کے دن نماز ظہر کے بعد اسی موضع خرتنگ میں مدفون ہوئے + (از اتحاف النبلاء المتقیین باحیاء مآثر فقہاء المحدثین)

آپ کی تاریخ ولادت اور وفات اور عمر اِس رباعی میں منظوم ہے :۔

رباعی

كَانَ الْبُخَارِيُّ حَافِظًا وَمُحَدِّثًا جَمَعَ الصَّحِيْحَ مُكَمَّلَ التَّحْرِيْرِ
مِيْلَادُهُ صِدْقٌ وَمُدَّةُ عُمْرِهِ فِيْهَا حَمِيْدٌ وَانْقَضٰى فِيْ نُوْرٍ

ترجمہ۔ امام بخاری رح حافظ اور محدث تھے۔ آپ نے جامع الصحیح کتاب لکھی جو مکمل التحریر ہے۔ آپ کی پیدائش کا وقت صدق (راستی) یعنے لفظ صدق کے عدد جو ۱۹۴ ہوتے ہیں) اور دُنیا میں آپ کی مدت عمر حمید (باتعریف) ہے۔ یعنے ۶۲ سال اور آپ نے نور میں اِس جہاں سے رحلت کی یعنے ۲۵۶ھ ہجری میں"۔

یہ تینوں تاریخیں بہت عجیب اور بالکل حالات و واقعات کے مطابق ہیں۔ ابوبکر خطیب بغدادی اپنی سند سے عبدالواحد طراوسی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے کہا کہ مینے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ مینے جناب میں سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے اِس جگہ توقف کرنیکا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اَنْتَظِرُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ یعنے میں محمد بن اسماعیل کا انتظار کر رہا ہوں۔ چند روز کے بعد امام بخاری رح کی وفات کی خبر پہنچی۔ جب مینے پڑتال کی تو آپ کی وفات کا وہی وقت تھا۔ جس میں مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا ؎

بجز نازِ رفت باشد از جہان نیاز مندے
کہ بوقتِ جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

جب آپ کو دفن کر چکے تو آپ کی قبر کی خاک پاک سے نہایت خوشبو آنے لگی اور بہت مدت تک یہ خوشبو رہی۔ لوگ آپ کی قبر پر زیارت کو آتے تو اس مٹی کو تبرک کے طور لیجاتے۔ حتیٰ کہ آپ کی قبر پہ ایک گڑھا کھد گیا اسپر لوگوں نے حفاظت کے لئے قبر کے گرد ایک چوبی پنجرہ بنا دیا۔ مگر لوگ باز نہ آئے اسکے گرد سے مٹی اُٹھا اُٹھا کر لیجاتے۔ اور خوشبو سونگھتے یہہ خوشبو مدتوں تک رہی۔ ؎

ہر جا کہ تو بگزری و بر داری پے گل روید و لالہ روید اندر پے وے
جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

امام بخاری علیہ الرحمۃ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ چنانچہ پچھلے بیان سے یہ امر ظاہر ہے۔ آپ نے اپنی کتاب جامع الصحیح کے قاری کے لئے بھی دعا کی ہے۔ اُمید ہے کہ وہ قبول ہوئی ہوگی۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس عاجز کو بھی اُس کی قرأت کی توفیق دی ہے لہذا اسمیں شمولیت کی امید ہے علاقہ یمن میں معمول ہے کہ مشکلات کے وقت جب صحیح بخاری کا ختم کرتے ہیں۔ تو اسکے بعد شیخ علاء الدین ابی الحسن علی بن ایبک دمشقی کا ایک قصیدہ جو انہوں نے صحیح بخاری بلکہ نیز صحیح مسلم کی مدح میں کہا ہے پڑھتے ہیں۔ اسکا مطلع یہ ہے:۔

هٰذَا الْبُخَارِيُّ بِحَمْدِ اللهِ قَدْ خُتِمَا وَلَيْسَ فِيْهِ حَدِيْثٌ وَاحِدٌ كُتِمَا

یعنے الحمد للہ کہ صحیح بخاری کا ختم ہو چکا ہے۔ اور اس میں سے ایک حدیث بھی باقی نہیں چھوڑی گئی“۔ یہ تمام قصیدہ جو قریبًا بیالیس بیت ہیں۔ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے اپنی کتاب حطہ بذکر الصحاح الستۃ میں ذکر کیا ہے۔ شائقین اسکا مطالعہ کرلیں ٭

حجۃ الاسلام حافظ الحدیث الامام ابو الحسین

مُسلم بن الحجّاج القشیری

رحمہ اللہ تعالےٰ

ولادت اللہ تعالےٰ اپنی کتاب پاک اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلّم کی سُنت کا خود ناصر وحافظ ہے۔ اَپنے دین کی تائید وتقویت کے لئے ہر زمانے میں اَیسے شخص پیدا کرتا رہتا ہے جو اُس کے سچّے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی محافظت کرتے ہیں۔ اور اگر اُن میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو کسی دوسرے کو اُس کا جانشین کرتا ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ چنانچہ ۲۰۴ھ ہجری مقدسہ میں جب امام المحدثین ناصر الحدیث امام شافعی علیہ الرحمۃ فوت ہو گئے۔ تو خدا تعالےٰ حکیم وخبیر نے ہمارے بزرگ امام مسلم بن الحجاج کو پیدا کردیا۔ اور اُن کے فیوض وبرکات سے قیامت تک مسلمانوں کے لئے حسب حیثیت بہرہ وحصہ کر دیا۔

تحصیل علم آپ نے علم کی طلب میں حجاز اور شام اور عراق اور مصر کا سفر کیا۔ اور بڑے بڑے مشائخ حدیث سے علم حاصل کیا۔ اپنے وطن کے مشائخ میں سے امام یحیےٰ بن یحیےٰ نیشاپوری سے بہت روایت کی اور اسی طرح عبداللہ بن مسلمہ قعنبی سے جو امام مالک کے شاگرد ہیں۔

کے اضطراب کو دُور کرکے ٹھنڈک پیدا کر دیتا ہے۔ اور شک و شبہ کے زنگار کو دُور کرکے آئینۂ دل کو صیقل کر دیتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنَا بِھِمَا۔ آمین

قرآن شریف کے بعد اسلامی کتب خانہ میں یہ رتبہ سوائے موطا امام مالک کے کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ کیونکہ موطا امام مالک علم حدیث کی پہلی کتاب ہے۔ اور کل کتابوں اور مصنفوں کی رہنما۔ اور ابتدائی قاعدے باندھنے والی ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی صحیح میں اسی کو امام بنایا ہے۔

بعض علمائے مغرب نے صحیح مسلم کو بھی صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اسکی وجہ صحیح مسلم کی جودتِ بیان اور حسنِ ترتیب ہے۔ صحیحین کا درجہ یہاں تک ہے کہ اگر کسی کتاب کی روائت اِن کی روائت کے خلاف ہو تو وہ روائت قابلِ اعتبار شمار نہیں کی جاتی۔

صحیح بخاری کی طرح صحیح مسلم کی بھی بہت سی شروح ہیں۔ اِن میں سے جو آجکل عام طور پر دستیاب ہو سکتی ہے۔ اور کثرت فوائد اور رموز علمیہ حل کرنے اور مختصر عبارت میں مطالب عالیہ کے بیان کرنے میں قبولیت و شہرت کے اعلیٰ نقطہ پر ہے منہاج ہے جو امام حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی کی تصنیف ہے۔ اور نووی شرح صحیح مسلم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شرح صحیح مسلم کے ساتھ دہلی اور مصر میں کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ بعض علماء نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کا تقابلہ کیا ہی خوب کیا ہے۔

تَشَاجَرَ قَوْمٌ فِی الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ لَدَیَّ وَقَالُوْا اَیَّ ذَیْنِ تُقَدِّمُ

فَقُلْتُ لَقَدْ فَاقَ الْبُخَارِیُّ صِحَّۃً کَمَا فَاقَ فِیْ حُسْنِ الصَّنَاعَۃِ مُسْلِمٌ

"یعنے بعض لوگ میرے پاس یہ جھگڑا لائے کہ صحیح بخاری و مسلم میں سے تو کس کو مقدم جانتا ہے تو میں نے کہا بیشک صحیح بخاری صحت میں فائق ہے اور صحیح مسلم حسن صناعۃ میں فائق ہے۔"

وفات حسرت آیات کہتے ہیں کہ مجلس مذاکرہ میں کسی شخص نے آپ سے کسی حدیث کی نسبت پوچھا۔ آپ نے اس حدیث کو شناخت نہ کیا۔ اور گھر پر آکر کتابوں میں اُس کی تلاش کرنے لگے۔ بہت سی کھجوریں آپ کے پاس پڑی تھیں کتاب کی مصروفیت میں نُقل کے طور پر ایک ایک کرکے کھاتے رہے حتیٰ کہ کھجوریں ختم ہوگئیں اور آپ کو اس سوچ میں اسباب کا خیال تک بھی نہ آیا۔ آخر وہ حدیث تو مل گئی مگر آپ بیمار پڑ گئے اور اسی مرض میں ۲۶۱ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ **امام ابو حاتم رازی** نے جو بڑے پائے کے محدث ہیں۔ آپ کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا۔ آپ نے کہا خدا تعالےٰ نے ساری جنت مجھ پر مباح کردی ہے کہ جہاں چاہوں رہوں۔ آپ کی کتاب جامع الصحیح کی مقبولیت یہانتک ہے کہ ابو علی زاغوانی کو اُن کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ آپ کو کس چیز سے نجات ہوئی اُنہوں نے کہا۔ ان اوراق کے سبب جو میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ اوراق **صحیح مسلم** کے تھے۔ (اتحاف) الحمد للہ اس عاجز کو بھی خدا تعالیٰ نے اس کتاب شریف کے پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق دی ہے۔ خدا کرے کہ اس عاجز پر بھی رحم ہو۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سیستانی

علیہ الرحمۃ

نسب وولادت امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ ۲۰۲ھ ہجری میں سیستان میں جو ملک بلوچستان میں ہے۔ پیدا ہوئے آپ قبیلہ ازد میں سے تھے

اور کئی پشتوں سے اسلام آپ کا دین آبائی ہے۔

تحصیل علم آپ نے علم حدیث کی تحصیل کے لئے مختلف علاقوں حجاز۔ شام۔ مصر۔ عراق۔ جزیرہ۔ ثغر۔ خراسان وغیرہ کا سفر کیا۔ اور بڑے بڑے مشائخ سے علم حاصل کیا۔ مثلاً امام احمد رح۔ قعنبی رح۔ ابو عمرو ضریر۔ مسلم بن ابراہیم۔ عبداللہ بن رجاء۔ ابو ولید طیالسی۔ احمد بن یونس۔ ابو جعفر نفیلی۔ ابو توبہ حلبی۔ سلیمان بن حرب۔ وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین۔ آپ علم حدیث میں اس رتبے تک پہنچے کہ آپ سے بھی بڑے بڑے محدثین نے روایت کی۔ مثلاً امام ترمذی۔ امام نسائی۔ آپ کا بیٹا ابو بکر۔ ابو عوانہ۔ ابو بشر دولابی۔ علی بن حسن۔ ابو اسامہ محمد بن عبدالملک ابو سعید بن اعرابی۔ ابو علی۔ لؤلؤی۔ ابو بکر بن داسہ۔ ابو سالم محمد بن سعید جلودی۔ ابو عمرو احمد بن علی وغیرہم۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ اخیر کے ساتوں نے آپ سے آپ کی کتاب سنن ابی داؤد روایت کی ہے

فضائل وخصائل علم حدیث میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے اور آپ بڑے پایہ کے حافظ ہیں۔ چنانچہ محمد بن اسحاق صاغانی کہتے ہیں لین لابی داؤد الحدیث کما لین لداؤد۔ الحدید یعنی امام ابو داؤد کیلئے حدیث کا علم اس طرح آسان ونرم ہے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم تھا۔

حافظ ابو طاہر سلفی نے اس مضمون کو نظم میں ادا کیا ہے۔ ؎

لان الحدیث وعلمہ بکمالہ — لامام اھلیہ ابی داؤد

مثل الذی لان الحدید وسبکہ — لنبی اھل زمانہ داؤد

سہل بن عبداللہ تستری جو بڑے پایہ کے صوفی ہیں۔ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے اگر ہوسکے تو کردیں فرمایئے

لگے اگر ہوسکا تو کر دوں گا۔ اُنہوں نے کہا اپنی زبان جس سے آپ نے انحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیث یاد کی ہے۔ نکالیئے تاکہ اسکو بوسہ دوں۔ آپ نے اپنی زبان مبارک نکالی۔ اور اُنہوں نے اسپر بوسہ دیا۔ آپ کا قدم زہد و تقوٰے اور احتیاط اور بے نفسی میں بہت بڑھا ہوا تھا چنانچہ آپ ایک آستین کشادہ اور دوسری تنگ رکھتے تھے کسی نے آپ سے اسکا سبب پوچھا۔ فرمانے لگے۔ کشادہ تو کتاب کے اجزا سنبھالنے کے لئے ہے۔ اور جو تنگ رکھی ہے۔ وہ اسراف سے بچنے کے لئے۔

ابو حاتم بن حیان نے کہا کہ امام ابو داؤد فقہ اور علم اور حفظ حدیث اور عبادت اور تورع اور اتقان میں مقتدائے زمانہ ہے۔ موسٰی بن ہرون جو اُس زمانہ کے بزرگوں میں سے ہیں آپ کے حق میں کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد دُنیا میں حدیث کے لئے اور عاقبت میں بہشت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ کی ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ آپ سے آپ کے استاد کامل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث عتیرہ روایت کی۔ اور امام ابو داؤد نے اپنی کتاب آپ کے پیش کی تو آپ نے اُسے بہت پسند فرمایا۔

تصنیف آپ کی کتاب **سنن ابی داؤد** علم حدیث میں بہت معتبر کتاب ہے۔ اور صحاح ستہ میں معدود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مینے پانچ لاکھ حدیث لکھی ہے اور اُس میں سے اس کتاب کو انتخاب کیا ہے۔ اور اس میں چار ہزار چھ سو حدیثیں ہیں جو صحیح ہیں۔ یا قریب بصحیح۔ اور اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں جسکے ضعف پر ائمہ حدیث نے اتفاق کیا ہو بلکہ جس حدیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے اُسے درجہ قبولیت دیا گیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ مجتہد کے لئے احکام شریعت

کے بارے میں یہ کتاب کافی ہے۔ آپ نے یہ کتاب بغداد میں لکھی اور وہاں کے لوگوں نے آپ سے روایت کی۔

وفات: آپ تہتر سال کی عمر میں ۲۷۵ھ ہجری میں بصرہ میں فوت ہو گئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ آپ کا بیٹا ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد بھی بغداد کے اکابر حفاظ میں سے تھا۔ اور مصر اور شام کے مشائخ میں آپ کا شریک تھا۔ کتاب المصابیح ان کی تصنیف ہے۔ علم حدیث کی تحصیل بغداد وخراسان و اصفہان و سیستان و شیراز سے کی۔ آخر ۳۱۶ھ ہجری میں اُن کو بھی داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔

امام ابوعیسیٰ محمدؐ بن عیسےٰ ترمذی

علیہ الرحمۃ والرضوان

ولادت و تحصیل علم وکمال علمی و عملی: آپ ۲۰۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور محمد بن غیلان رح محمد بن بشار رح۔ احمد بن منیع رح محمد بن مثنیٰ رح سفیان بن کیع رح۔ وغیرہم بڑے بڑے مشائخ حدیث سے روایت کی۔ آپ امام بخاری کے لائق شاگردوں میں سے ہیں۔ اور بعض شیوخ میں اُن کے شریک ہیں۔ امام بخاری رح کی وفات کے بعد علم حدیث میں آپ کی مثل کوئی نہ تھا اس لئے آپ کو خلیفہ بخاری کہتے ہیں۔ آپ طبیعت کے بہت ذہین اور حافظہ کے نہایت پختہ تھے۔ چنانچہ مکہ شریف کے رستے

ہیں آپ اپنے کسی شیخ سے ملے ۔ جن سے پہلے حدیث کے دو جزو لکھے تھے اور اسپر قرأت کرنے کی فرصت نہ پائی تھی ۔ اس ملاقات پر شیخ سے سماع کی استدعا کی ۔ شیخ نے منظور فرما کر کہا ۔ کہ وہ لکھے ہوئے اجزا لاؤ ۔ اور سامنے رکھ کر مقابلہ کرتے جاؤ ۔ اتفاق سے وہ دونوں جزو گم ہو گئے تھے کمال شوق سے شاگردوں کی طرح بیٹھ گئے ۔ اور شیخ نے پڑھنا شروع کیا ۔ ناگاہ شیخ نے دیکھا ۔ کہ اُنکے ہاتھ میں سفید اوراق ہیں ۔ غضبناک ہو کر کہا کہ کیا تم مجھسے ہنسی کرتے ہو ۔ آپ نے کہا وہ اوراق جو آپ سے لکھے تھے گم ہو گئے ہیں ۔ لیکن وہ احادیث لکھے سے بہتر یاد ہیں ۔ شیخ نے کہا پڑھو ۔ آپ نے پڑھنا شروع کیا اور شیخ بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا ۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ صرف ایک دفعہ کے سننے سے تم کو ایسا یاد ہو گیا ہو ۔ یہ تو تمکو پہلے سے یاد معلوم ہوتا ہے ۔ آپ نے کہا امتحان کر لیجئے ۔ شیخ نے چالیس حدیثیں جو اُسکے غرائب میں سے تھیں پڑھیں ۔ آپنے فوراً وہ سب حدیثیں مع اسناد کے پڑھ سنائیں ۔ اور کسی جگہ نہ بھولے ۔ آپ کو اس قسم کے امتحان کا کئی دفعہ اتفاق پڑا ۔ اس لئے ضبط احادیث کے متعلق آپ ضرب المثل کے طور پر ذکر کئے جاتے ہیں ۔

آپ نہایت متورع اور زاہد تھے ۔ اور خوف خدا آپ کے دل میں اسقدر تھا ۔ کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں ۔ سالہا خوف الٰہی سے روتے رہے حتیٰ کہ بینائی جاتی رہی ۔

تصنیف آپ نے کتاب العلل صحیح وضعیف حدیث کے متعلق لکھی اور کتاب الشمائل جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ اور فضیلتو کے متعلق لکھی ہے ۔ اور کتاب الجامع جو **جامع ترمذی** کے نام سے

مشہور ہے۔ اور صحاح ستہ میں معدود ہے۔ نہائت مفید اور قابل قدر ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب علمائے حجاز و عراق و خراسان کے پیش کی۔ تو سب نے پسند کی۔ اور یہ کتاب جس کسی کے گھر میں ہو گویا اُس کے گھر میں نبی ہے۔ جو باتیں کرتا ہے۔ اس کتاب میں التزامی طور پر ایسے ایسے فوائد ہیں۔ جو حدیث کی کسی اور کتاب میں کم ہیں۔ مثلاً ہر حدیث کو روائت کرنے کے بعد اُس کے صحت و ضعف کا حال لکھنا اور صحابہ اور مجتہدین کے اختلافات کا ذکر کرنا۔ اس لئے بعض نے کہا ہے کہ جامع ترمذی صحیحین سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ اس سے ہر شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور صحیحین سے فائدہ اُٹھانا عالم متبحر کا کام ہے۔

وفات آپ نے ۲۷۹ھ ہجری میں اپنے موضع ترمذ میں ستر سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال کیا۔ اللہم ارحمہ۔

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن علی نسائی

علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ ۲۱۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور آپ بالاتفاق اپنے زمانہ کے ائمہ حفاظ میں سے تھے۔ آپ نے بڑے بڑے مشائخ کو دیکھا اور خراسان و حجاز و عراق و جزیرہ اور شام کا سفر کر کے علم حدیث جمع کیا۔ آپ کا پہلا سفر پندرہ سال کی عمر میں قتیبہ بن سعید کی طرف تھا۔ ایک سال دو ماہ اُن کے پاس اقامت کی اور بعد ازاں اسحٰق بن راہویہ۔ علی بن خشرم محمود بن

غیلان اور امام ابوداؤد کی خدمت میں رہکر علم حاصل کیا۔ اور روائت کی۔ آپنے امام احمد کے بیٹے عبداللہ کو بھی پایا ہے۔ آپ سے بھی بڑے بڑے محدثین نے روائت کی۔ مثلاً ابوجعفر طحاوی۔ ابوبکر بن سنی اور ابوالقاسم طبری وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں۔ مینے اپنے وطن و سفر میں حدیث کے چار امام دیکھے ہیں۔ اور ان میں سے پہلے **امام نسائی** کا نام لیا۔ امام حاکم نے کہا امام نسائی اپنے زمانے میں مصر کے کل مشائخ میں سے زیادہ فقیہ تھے۔ اور صحیح و ضعیف حدیث کی شناخت اور معرفت رجال میں سب سے بڑھکر تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں امام نسائی حافظ میں امام مسلم سے بھی بڑھکر تھے۔ آپ جسم کے بہت قوی تھے چنانچہ **صوم داؤدی** رکھتے تھے یعنے ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اسی طرح باطنی قوتوں میں بھی بہت بڑھ کر تھے۔ اور نہائت متقی و متورع تھے چنانچہ آپ اپنی کتاب **مجتبیٰ** میں جو سنن امام نسائی کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ میں معدود ہے۔ اپنے استاد حارث بن مسکین سے اس طرح روائت کرتے ہیں۔ قریٔ علیہ وانا اسمع یعنے حارث بن مسکین کو سنایا جاتا تھا اور میں سنتا تھا۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ حارث بن مسکین آپ پر کسی وجہ سے ناراض ہوگئے تھے اور آپ اُن کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے بسبب اور غلبہ شوق تحصیل علم سے باز بھی نہ رہ سکتے تھے۔ پس ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ جاتے اور حدیث کا سماع کرتے۔ لہذا اس سماع کو دوسرے استادوں کی طرح شمار نہیں کرتے۔ اور یہ کمال تقوی ہے۔ آپ دیر تک مصر میں مقیم رہے۔ اور اس جگہ آپ کی کتابوں نے بہت شہرت پائی آخر ذیقعدہ ۳۰۲ھ ہجری میں وہاں سے دمشق کا سفر کیا دمشق میں بنی امیہ

کی دیر تک حکومت رہنے کے سبب لوگوں کے خیالات اہلبیت نبوی صلعم کی طرف سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے انکے لئے حضرت علی رم کے مناقب میں خصائص کبریٰ لکھی۔ لوگوں نے تعصب سے آپ کو تشیع کی طرف منسوب کیا۔ اور بہت سختی و بیرحمی سے زدوکوب کی۔ آپ نے کہا کہ مجھے مکہ شریف میں پہنچا دو۔ تاکہ وہاں جاکر راستے میں جان دوں اس ضرب سے آپ ۳۰۳ھ ہجری میں مکہ شریف میں فوت ہو گئے اور صفا و مروہ کے درمیان دفن کئے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی

رحمہ اللہ تعالےٰ

امام ابن ماجہ ۲۰۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور جبارہ بن مغلس۔ ابراہیم بن منذر ابن نمیر۔ ہشام بن عمیر اور دیگر اجلہ مشائخ حدیث سے روایت کی اور ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری و مسلم کے استاد سے بھی استفادہ کیا۔ اور امام مالک رح اور امام لیث رح کے شاگردوں سے بھی سیکھا۔ آپ شہر قزوین کے رہنے والے تھے اور وہاں سے کئی علما ظاہر ہوئے۔ آپ بلا خلاف حدیث کے امام مانے گئے ہیں اور علم حدیث میں جتنے فنون ضروری ہیں۔ سب میں ماہر تھے۔ عراق۔ بصرہ۔ کوفہ۔ بغداد۔ مکہ معظمہ۔ شام مصر رَے کا سفر کیا۔ اور علم حدیث کو جمع کیا۔ آپ نے قرآن شریف کی ایک تفسیر لکھی اور ایک کتاب التاریخ اور ایک کتاب السنن جو سنن ابن ماجہ

کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ میں معدود ہے آپ ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ میں فوت ہوئے اور آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کا جنازہ کرایا اور آپ کے بیٹے عبداللہ نے دفن کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

امام ابو محمّد عبداللہ بن عبد الرّحمن دارمی

صاحب مسند علیہ الرحمۃ

امام دارمی امام عبداللہ بن مبارک کی وفات کے سال ۱۸۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے آپ نے دُور دُور کے شہروں میں سفر کر کے علم حدیث جمع کیا۔ اور اس فن میں سرآمد روزگار ہوئے۔ آپ کی فضیلت و کمال علمی اس سے ظاہر ہے کہ امام مسلم۔ ابوداؤد۔ امام ترمذی۔ عبداللہ بن امام احمد اور محمد بن یحییٰ ایلی جیسے اَجلّہ محدثین نے آپ سے روایت کی عبداللہ بن الامام احمد کہتے ہیں۔ کہ میرے والد امام احمد فرمایا کرتے تھے۔ کہ خراسان کے علاقہ میں چار شخص حافظ حدیث ہیں۔ ابوزرعہ۔ محمد بن اسماعیل بخاری دارمی اور حسن بن شجاع بلخی۔ امام بخاری رح کو جب امام دارمی کی وفات کی خبر پہنچی۔ تو مارے غم کے اپنا سر نیچے کر لیا۔ اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہہ کر رونے لگے اور یہ شعر پڑھا۔ ؎

اِن تبق تفجع بعد الاحبۃ کلھم۔ وفناء نفسک لا ابالک افجع

"یعنے اگر تو زندہ رہیگا تو سب دوستوں کا درد دُکھ سہیگا۔ اور (تیرا باپ نہو) تیرا اپنا مرجانا زیادہ دردناک ہے"۔ آپ کی کتاب مسند دارمی بھی علم حدیث

میں بہت معتبر کتاب ہے۔ اور صحاح ستہ میں معدود ہے۔

امام دارمی پنجشنبہ کو بروز عرفہ فوت ہوئے اور جمعہ کو بروز عید دفن کیے گئے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ۔

صحاح ستہ

علم حدیث کی چھ کتابوں۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ سنن ابی داؤد۔ جامع ترمذی سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ان میں سے پہلی دو کو صحیحین کہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ سب صحیح ہیں اور باقی چار کو سنن اربعہ کہتے ہیں۔ اور ان کو بھی صحاح میں شمار اسلئے کیا گیا ہے۔ کہ ان کی اکثر احادیث صحیح ہیں۔ اور جو ضعیف ہیں وہ بھی ایسی نہیں کہ جن کے ترک پر محدثین کا اجماع ہو۔ ہاں ابن ماجہ میں بعض احادیث منکر بھی ہیں جنکی وجہ سے بعض علما اسکی جگہ صحاح ستہ کے مجموعہ میں موطا امام مالک کو اور بعض مسند دارمی کو شمار کرتے ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی

رحمہ اللہ تعالیٰ

امام دارقطنی ۳۰۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپنے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ اور بڑے بڑے مشائخ حدیث سے روایت کی۔ بغداد۔ کوفہ۔ بصرہ شام۔ واسط۔ مصر اور دیگر اسلامی شہروں میں سفر کیا اور بڑے بڑے

اجلۂ محدثین سے روائت کی مثلاً محمد بن حسن نقاش ۔ ابو سعید قزاز ۔ محمد بن جبیر طبری اور اُن کے طبقہ کے دیگر ائمہ حدیث پر قرارت کی ۔ اور صغیر سنی میں ابو بکر بن مجاہد سے سماعت کی ۔

آپ سے بھی بڑے بڑے بزرگ محدثین نے روائت کی مثلاً حافظ ابو نعیم اصفہانی ۔ حاکم صاحب مستدرک ۔ عبد الغنی مصری ۔ حافظ منذری ۔ تمام رازی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ۔ آپ کی طبیعت بہت صاف ۔ دماغ بہت روشن ذہن نہائت رسا اور حافظہ بغائت قوی تھا چنانچہ ایام نوجوانی میں آپ اسماعیل صفار کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے ۔ ایک دن اسماعیل صفار املا کرا رہے تھے اور آپ لکھ رہے تھے تو صفار نے آپ سے کہا ۔ کہ تمہارا سماع صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ تم کتابت میں مشغول ہو اور کمال توجہ سے حدیث کو نہیں سمجھتے ۔ آپنے جواب دیا جناب کو معلوم ہے کہ آپ نے کتنی حدیثیں املا کرائی ہیں ۔ اُنہوں نے کہا نہیں ۔ آپنے کہا ابتک اٹھارہ حدیثیں لکھوائی گئی ہیں ۔ پہلی حدیث کی اسناد اس طرح ہے اور متن اس طرح ۔ اور دوسری کی اسناد اس طرح اور متن اس طرح ۔ اسی طرح اٹھارہ حدیثیں برزبان پڑھ سنائیں ۔ اسپر سب اہل مجلس آپ کی قوت حافظہ سے حیران رہ گئے ۔

آپ کو علوم عربیہ میں کامل مہارت تھی ۔ چنانچہ ایک دفعہ لوگوں نے آپکے کمال علمی کی وجہ سے آپ سے پوچھا کہ آپ نے علم میں اپنی مانند کسی اور کو بھی پایا ہے ۔ تو آپ نے اُنکے جواب میں یہ آئت پڑھی ۔ فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ۔ یعنے اپنے آپ کو پاک گمان نہ کرو ۔ جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو کہنے لگے کہ اگر کسی خاص فن میں پوچھتے ہو ۔ تو مینے اپنے سے افضل

بھی دیکھا ہے۔ اور اگر کسی ایسے شخص کی نسبت پوچھتے ہو کہ اُس میں اتنے علوم مجتمع ہوں جتنے مجھ میں ہیں۔ تو میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا۔ آپ بالخصوص فن حدیث میں علل حدیث کے بیان کرنے اور اسماء الرجال کی معرفت میں یگانہ روزگار تھے۔ اسلئے آپ جرح و تعدیل کے امام مانے گئے ہیں۔ اور اس صفت کے دیگر ائمہ نے آپ کی فوقیت کو تسلیم کیا ہے۔ آپ کو مذاہب فقہاء میں بھی کامل واقفیت تھی۔ اور علم ادب میں بھی پوری مہارت چنانچہ عرب کے بہت سے دیوان آپ کو ازبر یاد تھے۔

سنن دارقطنی آپ کی تصانیف میں سے بہت مشہور اور مفید ہے دہلی میں طبع ہو چکی ہے۔ ایک ایک حدیث کو کئی طرق سے روایت کیا ہے اور راوی کے ضعف و ثقاہت کے متعلق بھی تصریح کی ہے۔

آپ ۳۸۵ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ اور ابو حامد اسفرائنی نے جو علم فقہ اور اصول میں مشہور امام ہیں آپ کا جنازہ پڑھایا۔ اور حضرت معروف کرخی کے قریب مقبرہ باب حرب میں دفن ہوئے آپ کو دارقطنی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ بغداد کے محلہ دارالقطن میں رہا کرتے تھے۔ حافظ ابن ماکولا کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ گویا ملائکہ سے پوچھتا ہوں کہ عالم آخرت میں امام دارقطنی کا حال کیسا ہوا۔ اُنہوں نے کہا۔ جنت میں اُن کو امام کہتے ہیں امام رحمہ۔ دارفع درجتہ

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی

رحمہ اللہ تعالےٰ

امام بیہقی ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور مختلف علاقوں (جبال۔ عراق۔ حجاز وخراسان وغیرہ) میں سفر کر کے علم حدیث حاصل کیا۔ اور سرآمد روزگار ہوئے۔ آپ علم حدیث کے مسلم امام اور مقتدا ہیں۔ اور دیگر علوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ خصوصاً علم مناظرہ ومباحثہ میں انصاف کو بہت نگاہ رکھتے تھے۔ اور یہ امر آپ کی دیانت اور اس علم میں کمال مہارت کی علامت ہے۔ آپ نے امام حاکم نیشاپوری۔ ابوطاہر محمد زیادی۔ ابن فورک اور ابو عبداللہ سلمی سے روایت کی ہے۔

امام شافعی کے نصوص کو سب سے پہلے آپ ہی نے جمع کیا۔ اور امام شافعی کے مذہب کی بہت تائید کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام الحرمین آپ کے حق میں فرماتے ہیں۔ ما من شافعی المذہب الا وللشافعی علیہ منۃ الا احمد البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ۔ یعنے کوئی شافعی المذہب ایسا نہیں جس پر امام شافعی کا احسان نہ ہو۔ سوائے امام بیہقی کے کہ امام شافعی پر اُن کا احسان ہے۔

آپ سے بہت سے محدثین نے علم حدیث حاصل کیا چنانچہ زاہر الشحامی اور محمد فرادی اور عبدالمنعم قشیری ان میں سے ہیں۔ آپ بہت قانع و زاہد تھے۔ اور مال دنیوی سے آپ کو بہت کم رغبت تھی۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ چنانچہ بعض علما کا قول ہے کہ سات شخص ایسے ہیں کہ جنکی تصانیف نے مسلمانوں کو بہت نفع دیا۔

اوّل امام دارقطنی جنکا حال پیچھے گزر چکا۔ دوم امام ابو عبداللہ حاکم۔ نیشاپوری صاحب مستدرک۔ سوم ابو محمد عبدالغنی بن سعید ازدی چہارم ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی۔ پنجم ابو عمرو بن عبدالبر نمری حافظ اہل

مغرب۔ ششم بیہقی۔ ہفتم خطیب بغدادی۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ اللّٰھم نفعنا بعلومھم وافض علینا من برکاتہ۔

آپ کی مشہور تصانیف میں سے یہ ہیں۔ کتاب السنن دو جلدوں میں دلائل النبوت تین جلدوں میں۔ کتاب معرفۃ العلوم۔ کتاب بعث ونشور کتاب آداب۔ کتاب فضائل صحابہ۔ کتاب فضائل اوقات کتاب شعب الایمان دو جلدوں میں۔ کتاب خلافیات دو جلدوں میں۔ کتاب الاسمار والصفات (ہندوستان میں چھپ چکی ہے) خدا تعالے کی صفات اور اسمار میں ہے۔ امام سبکی اس کی نسبت کہتے ہیں کہ میں اسکی نظیر نہیں جانتا۔ کتاب الاعتقاد۔ کتاب الدعوات الکبیر۔ کتاب الزہد۔ کتاب الترغیب والترہیب اربعین کبرے واربعین صغرے۔ اور کتاب الاسرار۔ اسی طرح آپ کی اور بہت سی تصانیف ہیں جنسے اسلامی کتب خانہ میں بہت رونق ہوئی اور مسلمانوں کو بہت نفع پہنچا۔ جب آپ نے کتاب معرفۃ السنن والآثار شروع کی تو ایک مرد صالح نے خواب میں دیکھا کہ امام شافعی ایک جگہ تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں اسی کتاب کی چند جزیں ہیں۔ آپ فرمانے لگے کہ آج ہم نے فقیہ احمد (امام بیہقی) کی کتاب سے سات جزو پڑھے یا لکھے ہیں ایک اور فقیہ نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک تخت پر بیٹھے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ آج ہمنے فقیہ احمد کی کتاب سے فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح محمد بن عبدالعزیز مروزی جو مشہور فقیہ ہیں کہتے ہیں میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق آسمان کی طرف اڑتا جارہا ہے۔ اور اُس کے گرداگرد نہایت روشن نور ہے۔ جسکے دیکھنے سے آنکھ خیرہ ہوتی تھی۔ میں پوچھتا ہوں یہ کیا ہے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ کہ

یہ صندوق بیہقی کی تصانیف کا ہے۔ جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہوا۔

آپ کو فن شعر سے بھی کچھ لگاؤ تھا۔ چنانچہ یہ بیت آپ ہی کی طبع رسا کا نتیجہ ہے۔ ؎

من اعتز بالمولی فذاک جلیل ۔ ومن رام عزا عن سواہ ذلیل

یعنے بزرگ وہی ہے جسنے خداوند تعالیٰ سے عزت حاصل کی۔ اور جس نے اُسکے سوا کسی اور سے حاصل کی وہ ذلیل ہے۔

ولوان نفسی مذ براھا ملیکھا ۔ مضت عمرھا فی سجدۃ لقلیل

اگر میری جان کی عمر جب سے خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ساری سجدہ ہی میں گزر جائے تو بھی یہ مدت تھوڑی ہے۔

احب مناجات الحبیب باوجہ ۔ ولکن لسان المذنبین کلیل

مَیں حبیب (خدا تعالےٰ) کی مناجات کو صدق دل سے دوست رکھتا ہوں۔ لیکن گنہگاروں کی زبان گنگ ہے۔

آپ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ ہجری میں نیشاپور میں فوت ہوئے اور بیہق میں دفن کئے گئے۔ بیہق چند اکٹھے گاؤں کا نام ہے جو نیشاپور سے ۲۰ کوس کے فاصلہ پر ہیں اور ان سب میں سے بڑا خسروجرد ہے۔ جہاں آپ دفن کئے گئے۔ اَللّٰھُمّ ارحمہ۔

امام ابو جعفر احمد بن مُحمّد طحاوی

رحمہ اللہ تعالےٰ۔

امام طحاوی ۲۲۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ہارون بن سعید ایلی اور

یونس بن عبدالاعلے اور محمد بن عبدالحکم اور بحیر بن نصر اور دیگر اجلۂ مشائخ حدیث سے روائت کی۔ اور آپ سے احمد بن قاسم خشاب۔ ابوبکر مقری۔ طبرانی۔ محمد بن بکر بن مطروح اور دیگر محدثین نے روائت کی۔ آپ بہت عاقل اور فقیہ اور ثقہ تھے۔ اور مصر میں حنفی مذہب کی سرداری آپ سے تعلق رکھتی تھی۔ ابتدا میں آپ مسلک امام شافعی پر تھے۔ اور آپ کے شاگرد مُزنی سے پڑھا کرتے تھے۔ امام مزنی آپ کا ماموں تھا۔ اُنہوں نے آپ کو کند ذہنی پر عار دلائی۔ اور قسم کھائی کہ تم سے کچھ نہیں ہو سکیگا آپ کو یہ کلمہ بہت گراں معلوم ہوا۔ پس مزنی کی صحبت ترک کرکے ابوجعفر احمد بن عمران حنفی کے درس میں چلے گئے اور تحصیل علم میں نہائت محنت کی اور علم فقہ میں کامل مہارت حاصل کی۔ اور ایک کتاب مختصر طحاوی تصنیف کی۔ اس کتاب کی تالیف کے بعد کہا۔ رحم اللہ ابا ابراھیم یعنے المزنی لو کان حیاً لکفر عن یمینہٖ "یعنے خدا تعالے ابو ابراہیم یعنے امام مزنی پر رحم کرے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ دیتے۔ آپ مذہب حنفی کی بہت تائید کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے مذہب حنفی میں مفید کتابیں لکھیں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ آپ کی کتاب مختصر طحاوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجتہد منتسب تھے محض مقلد نہ تھے۔ کیونکہ اس کتاب میں آپ نے کئی ایسے مسائل لکھے ہیں جو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے خلاف ہیں۔ اس لئے یہ کتاب امام صاحب موصوف کے مقلدین میں زیادہ شائع نہیں ہوئی۔ صاحب دراسات اللبیب نے کہا کہ باوجود اسکے کہ امام طحاوی مذہب امام ابوحنیفہ کی بہت پیروی کرتا ہے۔ اور آپ کے دلائل

الطحاوی مع تصدیہ لمذہب	

ابی حنیفة وتخریج متمسکه من المرفوع والموقوف انه اذا خالف قوله الحدیث یفرع ویقول فبطل قول ابی حنیفة ومن یری قولاً من اقوال احد کائنامن کان باطلا یری العمل به حراماً - انتہٰے -

مرفوع و موقوف ذکر کرتا ہے پھر بھی جب اُسے آپ کا قول حدیث نبوی کے خلاف معلوم ہوتا ہے تو آپ کا قول چھوڑ دیتا ہے - اور کہہ دیتا ہے - کہ اس باب میں ابوحنیفہ کا قول ٹھیک نہیں ہے - اور یہ مسلم ہے - کہ جو کوئی کسی کے قول کو خواہ وہ کوئی ہو نادرست جانتا ہے تو اُس پر عمل کرنے کو بھی ناجائز جانتا ہے "

آپ کی تصانیف میں سے یہ بھی ہیں - اختلاف علماء - اور شروط اور احکام القرآن - شرح جامع کبیر - و شرح جامع صغیر - کتاب شروط صغیر وکبیر - و اوسط اور کتاب السجلات - والوصایا والفرائض اور تاریخ کبیر اور کتاب مناقب امام ابی حنیفہ رح اور کتاب النوادر الفقہیہ اور کتاب زاد الحکایات اور کتاب اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین وغیر ذٰلک ۔

آپ کی وفات ماہ ذیقعد سنہ ۳۲۱ ہجری میں ہوئی - اور مصر میں قرافہ میں دفن کئے گئے - رحمہ اللہ تعالےٰ -

محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف
الامام النووی علیہ الرحمۃ

امام نووی علم حدیث کے کامل علماء میں سے ہیں۔ آپ ۶۳۱ھ میں علاقہ دمشق کے موضع نویٰ میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں قرآن شریف پڑھکر دمشق میں آگئے۔ شافعی مذہب کی کتاب تنبیہ کو ساڑھے چار ماہ میں یاد کرلیا۔ دو سال یہاں اقامت کی۔ اور زمین پر پہلو نہ رکھا۔ شب و روز مطالعہ میں رہتے۔ کیونکہ مختلف علوم میں مختلف استادوں سے ہر روز بارہ سبق پڑھتے تھے آپ نے زیادہ تر کمال الدین اسحٰق مغربی سے حاصل کیا۔ جو امام رافعی کے بعد شافعی فقہ کا مدوّن و محرر ہے۔ آپ بہت زاہد و صابر تھے۔ اور لذات دنیویہ اور خواہشات نفسانیہ سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ دمشق میں رہکر جہاں کے باشندوں کا گزارہ زیادہ تر میوجات پر ہے۔ آپ نے کبھی کوئی پھل نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی حمام میں گئے۔ اور نہ کبھی برف پی۔ جو شامیوں کی عام عادت ہے۔ آپ کے والدین جو کچھ بھیجتے۔ اُسی پر گزارہ کرتے۔ اور کسی سے کچھ بھی مطلب نہ رکھتے۔ دن رات میں صرف ایکبار نماز عشاء کے بعد کھاتے اور صرف ایک دفعہ سحر کے وقت پانی پیتے۔ آپ نے اپنی پاک زندگی تنہائی میں کاٹی ہے۔ آپ ہمیشہ شب بیداری کرتے۔ اور اسمیں کبھی بھی سستی و کاہلی نہ کرتے۔ دو بار حج کیا۔ اور دار الحدیث اشرفیہ کے متولی ہوئے لیکن اُسکے وظائف میں سے کچھ بھی نہ لیا حتیٰ کہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ آپ عموماً متحمل و باوقار تھے۔ خصوصاً بحث کے وقت نہایت ہی باحوصلہ و بردبار ہوتے۔ آپ تعصب سے پاک تھے۔ اور ہمیشہ انصاف کو مدنظر رکھتے تھے۔ چنانچہ باوجود شافعی ہونے کے اپنی تصانیف میں برابر امام ابو حنیفہ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ آپ صوفیائے

مسلک کے تھے۔ اور مصائب و آفات پر بہت صابر تھے۔

آپ کی کئی تصانیف ہیں اور سب کی سب مفید اور نافع ہیں۔ صحیح بخاری کی شرح بھی لکھی ہے۔ اور اسی طرح صحیح مسلم کی بھی۔ صحیح مسلم کی شرح کی بابت لکھتے ہیں۔ لولا ضعف الهمم وقلة الراغبين لبسطت فبلغت به ما يزيد على مائة مجلدات ولكني اقتصر على التوسط یعنی اگر لوگوں کی ہمتیں ضعیف نہ ہوگئی ہوتیں اور علم کے راغب کم نہ ہو گئے ہوتے۔ تو میں اس شرح کو مبسوط کر کے لکھتا۔ پس یہ سو جلدوں تک پہنچتی۔ لیکن میں میانہ روی پر کفائت کرتا ہوں" یہ شرح بہت مقبول ہے۔ اور جامع علوم ہے۔ امام نووی علیہ الرحمتہ نے اس میں علم حدیث و علم لغت کے متعلق ایسے دقائق بیان کئے ہیں۔ جو مطولات میں نہیں ملتے۔ لطف یہ ہے کہ مختصر عبارت میں مطول مطالب کو نہایت لطف سے بیان کیا ہے۔ اور اُسکے ضمن میں دیگر کئی فوائد ہیں۔ جو ماہرین علم حدیث کو فریفتہ کر دیتے ہیں۔ اس شرح کی تصنیف کے زمانے سے آجتک علماء ہمیشہ اس سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ آخر عمر میں آپ نے اپنے وطن کی طرف رجوع کیا۔ اور اپنے والدین کی زندگی میں بیمار ہو کر ۶۷۶ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ نے یہ سب کمالات تھوڑی عمر میں حاصل کئے اور شہرہ آفاق ہوگئے۔ اللهم ارحمه۔

ابی الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر صاحب ہدایہ

رحمہ اللہ تعالے

نسب و ولادت آپ بتاریخ ۸ ماہ رجب ۵۱۱ھ ہجری بروز دوشنبہ پیدا ہوئے۔ آپ بڑے شیخ صدیقی ہیں۔ یعنے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے ہیں۔

تحصیل علم و کمالات و تصانیف آپ نے علم فقہ اپنے والد ماجد شیخ ابوبکر سے اور شیخ امام بہاؤ الدین علی اسیجابی سے حاصل کیا۔ اور بڑے بڑے مشائخ سے ملاقات کر کے اُن کی صحبت سے فیوض حاصل کئے۔ آپ علوم فقہیہ فروع و اصول میں بہت ماہر تھے۔ اور تعبد وکمالات روحانیہ میں کامل۔ ۵۴۴ھ میں حج کیا۔ اور زیارت روضۂ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے۔

آپ کا مذہب حنفی تھا۔ اور اس مذہب کے متعلق آپ نے متعدد کتابیں لکھیں۔ چنانچہ کتاب ھدایہ جس پر علمائے حنفیہ کے فتوے کا مدار ہے۔ اور کتب فقہ میں سے اول درجہ پر مقبول ہے۔ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ اِس کتاب کو آپ نے تیرہ سال میں لکھا۔ اور اتنی مدت تک صائم رہے۔ اور کمال یہ کہ اتنی مدت تک اِس اخلاص سے رکھتے رہے کہ کسی کو خبر تک نہ ہونے دی۔ خادم جب کھانا لیکر آتا تو اُسے فرماتے کہ رکھ کر چلے جاؤ۔ وہ چلا جاتا اور آپ وہ کھانا کسی طالب علم کو دیدیتے۔

آپ نے اَور بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ چنانچہ بعض اُن میں سے یہ ہیں۔ مجموع النوازل۔ کتاب الفرائض۔ کتاب التجنیس والمزید بدایۃ المبتدی۔ کفایۃ المنتہے۔ مناسک الحج۔ بدایۃ المبتدی میں مختصر قدوری اور جامع صغیر امام محمد رح کو جمع کیا۔ اور تبرکاً جامع صغیر کی ترتیب اختیار کی۔ پھر کفایۃ المنتہے اُس کی شرح لکھی۔ یہ کتاب اسّی جلدوں میں

تصنیف کی۔ بعد ازیں اس کی طوالت کا خیال آیا۔ تو پھر ایک اور مختصر شرح لکھی جس کا نام ہدایہ رکھا۔ اس کتاب میں روایت و درایت ہر دو کو جمع کیا ہے۔ اور مذہب حنفی کی تائید میں نقلی دلائل کے بعد عقلی وجوہ کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

اس بزرگ امام نے مذہب حنفی کی تائید میں جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے بعض ضعیف بھی ہیں۔ اور جو عقلی وجوہ ذکر کی ہیں اہل علم کو بعض کی تسلیم میں کلام ہے۔ اور بعض مواضع پر ایسے مسامحات بھی واقع ہوئے ہیں۔ جو تحقیق کے خلاف ہیں۔ چنانچہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالے نے اس کتاب ہدایہ پر جو حاشیہ بغیلۃ الدرایہ لکھا ہے۔ اس کے مقدمہ میں بعض مسامحات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مصنفین خوب جانتے ہیں۔ کہ ایسے امور سے کسی بزرگ و مسلّم فاضل کی کسر شان نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی انسان ضعف و کمزوری سے پاک اور غلطی سے بری نہیں ہے۔ کیونکہ ضعف انسان کی پیدائشی صفت ہے۔ چنانچہ خالق برحق حکیم و خبیر فرماتا ہے۔ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ یعنے انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے"۔

اس کتاب کی قبولیت و شہرت نہایت تک ہے۔ اور اس سے جو جو علمی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ کتاب کیا ہے گویا تفقہ فی الدین کا خزانہ ہے جس کسی کو اس خزانہ کی چابی ہاتھ آئی۔ وہ دولت علمی سے مالا مال ہو گیا۔ علمائے راسخین میں سے بعض نے اس کی شرح لکھ کر اپنے علمی کمالات اور اس کے دقائق کا اظہار کیا۔ اور بعض نے حاشیہ لکھ کر اس کے رموز کی طرف اشارہ کیا۔ اور بعض نے

اس کی احادیث کی تخریج کر کے اُنکے حالات صحت وضعف مرفوع ونفث وغیرہ پر بحث کی۔ کیونکہ اس کتاب میں محض احادیث کو ذکر کردیا ہے نہ تو اس کے حال سے خبر دی ہے۔ اور نہ یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو کس محدث نے روایت کیا۔

افاضہ وتدریس جس طرح آپ نے بڑے بڑے مشائخ سے فیوض حاصل کئے جن میں سے بعض یہ ہیں مفتی الثقلین نجم الدین ابوحفص عمر النسفی۔ صدر الشہید حسام الدین۔ صدر السعید تاج الدین احمد۔ اسی طرح آپ سے بھی بہت اشخاص کو فیض پہنچا۔ چنانچہ آپ کی اولاد میں سے شیخ الاسلام جلال الدین محمد اور نظام الدین عمر اور شیخ الاسلام عماد الدین نے آپ ہی سے کمالات علمی حاصل کئے۔ اور اسی طرح شمس الائمۃ الکردری اور جلال الدین محمود اور برہان الاسلام الزرنوجی وغیرہم آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ طالب علم کو نہ چاہیے۔ کہ کبھی سبق اور مطالعہ میں ناغہ کرے یہ ایک آفت ہے۔ اور نیز کہا کرتے تھے۔ کہ میں اپنے ہمعصروں اور ہم سبقوں پر اس لئے فائق ہوگیا۔ کہ میں نے تحصیل علم میں کبھی ناغہ نہیں کیا تھا۔

وفات آپ ماہ ذی الحجہ ۵۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ اور سمرقند میں مدفون ہوئے۔ اللّٰہم ارحمہ +

شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم المعروف بامام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت و تحصیل علم یہ بزرگ امام بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۰ ماہ ربیع الاول ۶۶۱ھ ہجری میں مقام حرّان میں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کا وطن تھا پیدا ہوئے۔ ۶۶۷ھ ہجری میں تاتاریوں کے ہنگامے میں جب فتنہ عظیم واقع ہوا۔ تو آپ کا والد آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو ساتھ لیکر دمشق میں چلا آیا۔ آپنے یہاں مشائخ وقت کی صحبت اختیار کرکے علم حدیث میں کمال حاصل کیا۔ آپ کے مشائخ حدیث میں سے بعض یہ ہیں۔

زین الدین احمد بن عبدالدائم۔ ابن ابی الیسر۔ مجدالدین بن عساکر۔ یحییٰ بن صیرفی الفقیہ۔ احمد بن ابی الخیر۔ قاسم اربلی۔ شیخ شمس الدین بن ابی عمر۔ مسلم بن علان۔ ابراہیم بن الدرجی۔ کمال بن عبد شمس الدین بن عطار الحنفی۔ نجیب مقداد۔ ابن علان۔ ابی بکر الہروی۔ کمال عبدالرحیم فخرالدین بخاری۔ ابن شیبان۔ شرف بن القواس۔ زینب بنت مکی وغیرہم اور علم فقہ واصول اپنے والد ماجد اور شیخ شمس الدین بن ابی عمر اور شیخ زین الدین ابن المنجار سے حاصل کیا۔

ابتدائے عمر میں تمام علوم میں کامل مہارت حاصل کرلی اور شہرہ آفاق ہوگئے۔ علامہ ابن عبدالقوی سے عربیت میں لیاقت تامہ حاصل کی اور کتاب سیبویہ یاد کی۔ آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔ کہ مفتی و مدرس مقرر ہوئے۔ آپ کا ذہن ایسا رسا اور حافظہ ایسا قوی تھا کہ جو کچھ سنتے یا پڑھتے یا یاد کرتے وہ نقش برسنگ کی طرح یاد ہوجاتا۔ اور پھر ہرگز نہ بھولتا۔ آپ کے والد کے انتقال کے وقت آپ اکیس سال کے تھے۔ وظائف بعد انکی بجائے آپ قائم ہوئے اور دارالحدیث سکریہ میں

سنہ ۶۸۳ ہجری میں درس دینے لگے۔

قاضی القضاۃ بہاء الدین زکی اور شیخ تاج الدین فزاری اور زین الدین بن مرحل اور شیخ زین العابدین بن المنجا جیسے بزرگ علماء آپ کے درس میں حاضر ہوتے۔ اور فیض حاصل کرتے۔ اپنے والد کی وفات پر جامع مسجد میں جمعہ کے دن برسر منبر وعظ و تفسیر کے لئے مقرر ہوئے۔ آپ نے قرآن حمید کی تفسیر ابتداء سے شروع کی۔ اور بغیر کسی کتاب کے سامنے رکھنے کے اپنے حافظہ سے کئی اوراق تک کی تقریر سناتے۔ آپ ہر علم میں ماہر کامل تھے۔ چنانچہ شیخ کمال الدین بن الزملکانی لکھتے ہیں۔ کہ جب کوئی آپ کو کسی علم کے متعلق کوئی مسئلہ پوچھتا اور آپ جواب فرماتے۔ تو دیکھنے اور سننے والا گمان کرتا کہ آپ سوائے اِس فن کے اور کسی علم میں مہارت نہیں رکھتے ہونگے۔ اور اس علم میں آپ سے بڑھکر کوئی نہیں ہوگا۔ جملہ مذاہب کے فقہاء جب آپ کے پاس بیٹھتے تو آپ سے اپنے اپنے مذہب کے متعلق بہت سی امور میں فیض اُٹھاتے۔ اور حل مشکلات کرتے اور علم تاریخ کے رو سے ایسا ہرگز معلوم نہیں ہوا کہ آپ کسی سے کبھی بھی مناظرہ میں بند پڑ گئے ہوں۔ آپ سی جب کبھی کسی علم میں خواہ وہ علم شرع کے متعلق ہو یا نہ ہو کوئی کلام کرتا تو بالضرور آپ اس علم کے فضلاء پر فائق ثابت ہوتے۔ آپ میں سب شروط اجتہاد پورے طور پر جمع تھے۔ آپ علوم عربیہ میں کامل مہارت اور پوری دسترس رکھتے تھے اور صفات متعددہ آپ میں جمع تھیں۔ مثلاً ذہن کی صفائی و صحت۔ جلدی سے مطلب کو پا جانا۔ سہولت سے نکتہ تک پہنچ جانا۔ مشکلات علمیہ کے سمجھنے میں آپ کی طبیعت پانی کی رَو کی مانند تھی۔ آپ صفت

شجاعت وسخاوت سے موصوف تھے۔ اور کھانے پینے اور جماع سے بے رغبت۔ آپ کی طبیعت میں سوائے علم کے پھیلانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے کسی چیز کی لذت نہ تھی۔ آپ کو **قاضی القضاۃ** ہونے کے لئے کہا گیا۔ مگر آپ نے ہرگز قبول نہ کیا۔ آپ کو احادیث نبویہ اور آثار صحابہ سب کی سب یاد تھیں حتی کہ اگر کسی روائت کی نسبت امام ابن تیمیہ یہ کہہ دیں کہ میں اسے نہیں پہچانتا تو یہ اس روائت کے بے اصل وموضوع ہونیکی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ اگر علم تفسیر کے متعلق آپ کو دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم تفسیر کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور اگر فتاوی فقیہہ میں دیکھو تو آپ میں غائت درجہ کا ادراک وتفقہ نظر آتا ہے۔ اور اگر علم حدیث میں دیکھو تو حافظ وصاحب روائت ہیں۔ اور اگر دیگر مذاہب سے واقف ہونے کے بارے میں دیکھو تو آپ سی بڑھکر اور کامل واقفیت والا کوئی نظر نہیں آتا غرض تمام علوم وفنون میں اپنے زمانہ بلکہ بعد کے علماء وفضلا سے بھی اعلم وافضل ہیں۔ اور علمائے اسلام میں ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ جو جمیع کمالات وفنون میں آپ کی مثل ہو۔ ہاں ایسے شخص بہت ہوئے ہیں جو کسی خاص فن اور علم میں مرجع انام اور استاد زمانہ ہوئے ہیں۔ حافظ ابو الحجاج مزی آپ کی بہت تعظیم وثنا بیان کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ آپ کی مثل چارسو سال سے کوئی شخص نہیں دیکھا گیا۔ اسی طرح ابن زملکانی کہتے ہیں کہ آپ کی مثل پانچ سو سال سے کوئی نہیں ہوا۔ بعض فضلاء نے آپ کے شان میں کہا ہے۔ ؎

هُوَالْبَحْرُ مِنْ اَيِّ النَّوَاحِيِ اَتَيْتَهُ　　هُوَالْبَدْرُ مِنْ اَيِّ الضَّوَاحِيِ دَاَيْتَهُ

چاہے تو کسی جانب سے اسکی طرف آئے وہ سمندر ہی۔ چاہے تو کسی رخ پر اسے

دیکھے وہ بدر کامل ہے۔ آپ کی عمر سنت کی حمایت و اشاعت اور بدعت کی تردید۔ مباحثہ ومناظرہ اور جنگ میں گزری۔ علمائے ربانیین کو اکثر ابتلا پیش آیا کرتے ہیں۔ اور اہل زمانہ کے ہاتھ سے تکالیف پہنچا کرتی ہیں اور یہ سب کچھ اُن کے عالی قدر ہونیکی علامت ہوتی ہے۔ وہ اہل زمانہ کے مقابلہ میں سنت نبوی کو ہرگز ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ اور پوری طرح استقامت واستقلال سے دین حق پر قائم رہتے ہیں۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ رح کو علمائے وقت کے ہاتھ سے ایذائیں پہنچیں ان سب میں یہ شیخ الشیوخ ثابت قدم رہے۔ اور ہر بار حاسد ہی پس پا ہوتے رہے لوگوں کے حسد کا باعث یہ تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے جس طرح آپ کو ہر طرح سے ہر علم میں کامل مہارت بخشی تھی۔ اسی طرح اتباع سنت اور سلف صالحین کے مسلک پر رہنے کی محبت بھی عطا کی تھی۔ بدعت اور اہل بدعت کے اقوال وافعال سے سخت بیزار رہتے تھے۔ اور اُن کی اصلاح ونصیحت میں حتے الوسع سعی کرتے رہتے تھے۔ چاہے وہ بدعت علمی ہو چاہے عملی۔ روزمرہ کے تعامل ومسائل فقہیہ کے متعلق ہو یا تصوف کے متعلق۔ علم عقائد میں فلسفیوں کی جہت سے اس بدعت وبداعتقادی نے رواج پایا ہو۔ یا کسی اور طرح پر۔ آپ اُس کی تردید سے باز نہ رہتے۔ اور کلمہ حق سے نہ رکتے رہا ہے کسی جابر بادشاہ کو کہنا پڑے۔ چاہے فقیر زاہد کو نصیحت کرنی پڑے نہ دل میں خدا کے سوائے کسی کا ڈر تھا۔ اور نہ کسی سے کچھ طمع۔ خدائی کاموں میں نہ کسی کی رعایت منظور تھی۔ اور نہ کسی سے ناحق عداوت۔ غرض جس طریق پر کسی کو سنت کے مخالف چلتے دیکھا۔ سنت کی حمایت ونصرت نے آپ کو چپکے نہ بیٹھنے دیا۔ اسی سبب سے لوگ جو آپ کی قدر نہ پہچان سکتے تھے۔ آپ کے

دشمن ہوگئے۔ اور طرح طرح کے حیلوں سے آپ کو گرفتار کرانا چاہا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے کلام میں اتنا زور اور رعب رکھا تھا۔ کہ تقریر کے وقت کیا علماء اور بادشاہ اور کیا فقراء و زاہد حیران رہجاتے۔ اور سوائے پشیمانی کے اور کچھ ہاتھ نہ آتا۔ ایسے واقعات آپ کو اپنی عمر میں بہت پیش آئے۔ لطف یہ کہ جو لوگ آپ پر حسد کرتے تھے اور آپ کی گرفتاری کے لئے طرح طرح کے حیلے سوچتے رہتے تھے۔ جب آپ اُن پر قابو پاتے تو اُن سے درگزر کرتے

تصانیف آپ نے ہر فن میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ اگر بالتفصیل سب کے نام لکھے جائیں تو مستقل طور پر ایک مضمون بنجاتا ہے۔ لہذا باختصار بعض تصانیف ذکر کی جاتی ہیں:۔

تفسیر قرآن کامل تو نہیں لکھی۔ مگر بعض سورتوں اور آیتوں کی تفسیر لکھی ہے جن کا مجموعہ کئی جلدیں ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ۔ سورۂ اخلاص معوذتین۔ سورۂ یوسف۔ سورۂ نور۔ سورۂ قلم۔ سورۂ کافرون کی الگ الگ تفسیر اور سورۂ بقرہ میں سے بعض آیات کی تفسیر۔

محصول امام رازی رح کے حصہ اول کی شرح۔ عقل و نقل کی تعارض کا بیان۔ یہ کتاب مصر میں آپ کی تصنیف منہاج السنہ کے حاشیہ پر باقطاعہ چھپ چکی ہے۔ اور اس عاجز راقم کے پاس موجود ہے۔ نفعنی اللہ بہما) **الرد علی المنطق**۔ ارسطو کے قواعد منطقیہ پر رد لکھا ہے۔ **تاسیس التقدیس** صفات باری تعالی کے متعلق لکھی ہے تین جلدوں میں ہے۔

منہاج السنہ ایک شیعہ عالم حلی نام کی کتاب منہاج الکرامہ کا جواب ہے۔ چار جلدوں میں ہے۔ لائق مطالعہ ہے۔ آپ نے یہ کتاب حلی کی زندگی میں لکھی۔ اُس سے

نام سے ڈرتے ہیں۔ اقتضاء الصراط المستقیم۔ رفع الملام عن الائمۃ الاعلام
السیف المسلول علی شاتم الرسول۔ یہ تینوں کتابیں بھی چھپ چکی ہیں۔ اور
اس عاجز کے پاس موجود ہیں۔ اسی طرح آپ کی تصانیف کوئی تین سو جلد
تک پہنچتی ہیں۔ اور وہ سب مقبول ہیں۔ آجکل مصر اور حیدر آباد کے اہل
مطابع کو آپ کی تصانیف کے طبع کرانے کی طرف بہت خیال ہورہا ہے
چنانچہ ہر سال چھپتی رہتی ہیں۔

وفات حسرت آیات نصرت حق اعلاء اتباع وحمائت سنت کے سبب آپ
قید کئے گئے۔ اس سے پہلے بھی کچھ مدت قید میں رہے تھے۔ آپ نے اس
زمانہ قید میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اس قید میں
خدا تعالے نے مجھ پر قرآن شریف کے ایسے معارف کھولے ہیں اور علمی
مشکلات ایسی حل کی ہیں جنکی تلاش میں بہت سے علماء مر گئے۔ اور اب
مجھے اپنے اُن ایام کے ضائع کرنے پر ندامت آتی ہے۔ جو قرآن شریف کے
سوائے دیگر علوم کے سمجھنے میں صرف کئے۔ آپ قید میں بھی اپنے دوستوں
اور قدردانوں کو فیوض علمیہ سے سیر کرتے رہتے تھے۔ آخر آپ کو کتابت
سے بھی ممانعت کی گئی۔ اور قلم دوات اور کاغذ وغیرہ لکھنے کا سامان چھین
گیا۔ ناچار آپ تلاوت قرآن مجید اور تہجد اور اذکار اور اوراد۔ مناجات
بدرگاہ قاضی الحاجات میں وقت گزارتے۔ حافظ امام ابن قیم علیہ الرحمۃ
جو آپ کے لائق شاگردوں میں سے ہیں۔ اور اُن کا آپ کا شاگرد ہو
آپ کی فضیلت کی دلیل ہے فرماتے ہیں۔ کہ میں نے شیخ رح سے خود س
کہ فرماتے تھے۔ کہ میرے دشمن کیا کرینگے۔ میری جنت اور باغ تو میر
سینہ میں ہے جہاں جگہ جاؤنگا میرے ساتھ ہوگا۔ یہ قید مجھے خلو

کا کام دیتی ہے۔ اور اگر قتل کیا جاؤنگا۔ تو شہادت پاؤنگا۔ اور اگر جلا وطن کیا جاؤں گا تو یہ میری سیر و سیاحت ہوگی۔ اس حالت قید میں آپ یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ اگر اس قلعہ کے برابر سونا صرف کروں تو اس نعمت (قید) کے شکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور ان قید کرانیوالوں کی جزا ادا نہیں ہوسکتی جو میرے لئے ان خیرات کا سبب ہوئے ہیں۔ (جو خدا تعالے نے مجھ پر اس جگہ جاری کیں) اور کبھی سجدہ میں پڑکر یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ یعنی یا الٰہی اپنے ذکر اور شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری اعانت کر۔ اور ایک دفعہ کہا۔ اَلْمَحْبُوْسُ مَنْ حُبِسَ قَلْبُہٗ عَنْ رَبِّہٖ وَالْمَاسُوْرُ مَنْ اَسَرَہٗ ھَوَاہُ۔ یعنی قیدی تو وہ ہے جس کا دل خدا تعالے پروردگار عالمین کے ذکر سے بند کیا جائے۔ اور غلام وہ ہے جس کی خواہش روکی جائے" یعنی یہ قید اور بندی میرے لئے موجب تکلیف نہیں۔ کیونکہ میرا دل خدا کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ اور یہی میری آرزو اور خواہش ہے پس مجھے کسی صورت میں نقصان نہیں۔ امام ابن قیم رح یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ آپ باوجود قید میں ہونے کے ایسے بشاش اور خوش اور بارونق اور بے غم اور قوی حوصلہ اور فراخ دل معلوم ہوتے تھے۔ کہ خدا گواہ ہے کہ آپ سے بڑھکر کوئی خوش نظر نہیں آتا تھا۔ جب ہم کو کوئی سخت خوف ہوتا اور اندیشے دل پر ہجوم کرتے اور زمین تنگ نظر آتی۔ تو آپ کے پاس آتے پس آپ کے پاس آنا ہوتا اور غم اور غصہ کا یک لخت دُور ہونا ہوتا۔ ہم آپ کی زیارت کرکے اور آپ کا کلام سُنکر انشراح صدر اور قوت و اطمینان لیکر واپس پھرتے +

اِس دفعہ آپ قید میں دو سال تک رہے۔ آخر بائیس روز تک بیمار رہ کر شب دوشنبہ بیس ذیقعد ۷۲۸ ہجری کو اِس جہان فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت کی + اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ایسی گمنامی اور تنہائی کی جگہ میں فوت ہونے کی خبر کہاں تک مشتہر ہو سکتی تھی۔ اور ایک قیدی کے جنازے پر کتنے اشخاص جمع ہو سکتے تھے لیکن جو اجتماع اِس امام جلیل الشان کی وفات و جنازہ پر ہوا وہ اسلام میں ایک عظیم تاریخی یادگار ہے۔ گو آپ کی وفات تنہائی اور بیخبری میں ہوئی لیکن اِس کی تشہیر کے یہ قدرتی اسباب واقع ہوئے کہ قلعہ کے مؤذن نے جامع مسجد کے منارہ پر چڑھ کر اس حادثہ کی بابت ندا کی۔ اور قلعہ کے پہرے داروں نے برجوں پر چڑھ کر آواز کی اور ہوتے ہوتے سارے شہر دمشق میں شہرت ہو گئی۔ اور بعض صلحاء کو یہ واقعہ خواب میں دکھایا گیا۔ تا آنکہ صبح ہوتے کثرت سے لوگ قلعہ کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور ہوتے ہوتے یہانتک ازدحام ہو گیا۔ کہ قلعہ کا دروازہ کھلا رکھنا پڑا۔ جب قلعہ کے اندر کی سب جگہ بھر گئی۔ تو قلعہ کے باہر اجتماع ہونے لگا۔ لوگ زار زار روتے تھے۔ اور اس گوہر بے مثل کے گم ہونے پر ہزار ہزار حسرت و افسوس کرتے تھے۔ اور آپ کے حق میں دعاء و ثنا کہتے تھے۔ سب مرد و عورت آتے اور آپ کی زیارت سے برکت حاصل کرتے۔ کچھ لوگ غسل سے پہلے آپ کی نعش مبارک کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف کا ختم کرتے رہے۔ جب غسل کا وقت آیا۔ تو لوگوں کو پیچھے ہٹایا گیا۔ اور علماء و صلحاء میں سے چند کامل شخص غسل کے لئے منتخب کئے گئے۔ مثلاً امام مزی وغیرہ +

ابھی غسل سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ قلعہ کے اندر باہر جامع مسجد تک اتنی مخلوق جمع ہوگئی ۔ کہ شہر کے کئی بازار دروازے مثلاً کلاسہ ۔ باب البرید باب الساعات کثرت ازدحام کے سبب رک گئے ۔ پہلے پہل قلعہ میں جنازہ پڑھا یا گیا ۔ اور شیخ زاہد قدوہ محمد بن تمام نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ اور اسوقت اثنا ر جنازہ میں خلقت زار زار روتی تھی ۔ اور کسی کے آنسو نہ تھمتے تھے جوش بھرے دل سے اس پاک میت کے لئے دعائیں نکلتی تھیں ۔ اور کمال درد اور دلسوزی سے رحمت طلب کی جاتی تھی ۔ دوپہر سے پہلے جنازہ قلعہ سے باہر لایا گیا ۔ اور جامع مسجد دمشق میں حجرہ کے قریب جنازہ رکھنے کی جگہ پر رکھا گیا ۔ کثرت ازدحام اور شوق تبرک کی نظر سے لوگ بیچ اوپر گرتے تھے ۔ اسلئے نعش کی حفاظت کے لئے گرداگرد سپاہی مقرر تھے لوگوں کا اجتماع اسقدر تھا ۔ کہ جامع دمشق ۔ اور صحن اور کلاسہ سب بھر گئے اور لوگوں کی صف بندی ممکن نہ ہوئی ۔ جہاں کہیں جس کسی کو جیسی جگہ ملی وہ ٹھیر گیا ۔ اور بیٹھنا ممکن نہ ہوا حتیٰ کہ نماز کے وقت سجدہ بھی مشکل سے ہوسکا نماز ظہر سے فارغ ہو کر بامامت نائب خطابت علاء الدین بن الخراط قزوینی نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ اور بعد از جنازہ اس پاک نعش کو نایاب تبرک سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر مقبرہ کی طرف لیچلے ۔ اسوقت لوگوں کی عجب حالت تھی سب کو گریہ وزاری سے کام تھا ۔ اور کلمہ شریف اور دعا اور ثناء ہر ایک کا ورد زبان ۔ ہر طرف عورتیں گھروں کی چھتوں پر جمع تھیں ۔ اور اس پاک امام کی فوتیدگی پر زار زار رو رہی تھیں ۔ کثرت اجتماع کے سبب لوگوں کو اس تختہ سے جسپر آپ رکھے ہوئے تھے ہاتھ لگانا اور تبرک حاصل کرنا ممکن نہ تھا ۔ آخر دستاریں اور چادریں پھینکنی پڑیں ۔ اور چلنے میں

یہانتک تنگی ہو گئی کہ جنازہ کبھی آگے کو چلتا اور کبھی پیچھے کو ہٹتا۔ آخر کندھوں سے اُٹھاکر سرونپر اُٹھانا پڑا۔ اور قبرستان تک یہی کیفیت رہی۔ اِس پاک جنازہ کی حاضری سے شہر میں کوئی مسلمان سوائے معذور شخصوں کے باقی نہ رہا ہوگا۔ شہر کے ہر دروازے سے لوگ جوق درجوق نکلتے اور زیارت کرتے حتیٰ کہ غیب سے یہ آواز آئی۔ ھٰکذا یکون جنائز ائمۃ السنۃ۔ یعنی سُنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اماموں کے جنازے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں ؎ یہ آواز سنکر مارے جوش کے لوگوں کے سینے پھٹ گئے اور نہایت ہی سخت روئے خصوصًا باب الفرج اور باب الفرادیس اور باب النصر اور باب الجابیہ اور بازار خیل میں تو نہایت ہی عظیم اژدحام تھا۔ اِس جگہ آپ کے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن نے جنازہ کی امامت کرائی۔ اور آپ نماز عصر کے قریب اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں قبرستان صوفیہ میں دفن کئے گئے ✦ اللھم انزل علیہ من برکاتک مالا نحصیہ۔

جنازہ پر جو لوگ حاضر تھے اُنکا شمار کیا گیا۔ تو سب مرد و زن ۲ لاکھ سے زیادہ تھے۔ اسوقت امام احمد رح کے قول کی تصدیق ہوئی جو آپ نے فرمایا ہے۔ بیننا وبین اھل البدع یوم الجنائز۔ یعنے ہماری (متبعین سنت کی) اور اہل بدعت کی تمیز جنازہ کے دن ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اسلام میں اسقدر اجتماع آپ سے پہلے سوائے امام احمد کے جنازے کے اور کسی پر نہیں ہوا۔ کیونکہ امام احمد کا جنازہ بھی اسلام میں ایک واقعہ عظیمہ اور تاریخی یادگار ہے اور اُسپر اِس جنازے سے بڑھکر اجتماع ہوا تھا۔ کیونکہ بغداد کی نسبت دمشق کی آبادی عشر عشیر بھی نہیں تھی۔ اور دیگر یہ کہ امام ابن تیمیہ رح قید میں فوت ہوئے اور اسوقت حاکم شہر بھی حاضر نہیں تھا۔ غرض اسقدر اجتماع تھا

کہ اگر کوئی بڑے سے بڑا جابر و بارعب بادشاہ بھی لوگوں کو بلا بلا کر اس قدر اجتماع کرنا چاہتا۔ تو نہ ہو سکتا۔ یہ سب غیبی تائیدیں ہوتی ہیں۔ جو مقبولان بارگاہ الٰہی کی قبولیت کے نشان کے لئے ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ پر دور و نزدیک کے شہروں میں غائبانہ جنازہ پڑھا گیا حتے کہ یمن اور چین میں بھی پڑھا گیا۔ آپ کے دفن کے بعد بہت سے صلحاء نے آپ کے متعلق مبارک خواب دیکھے۔ اور کئی دن تک شب و روز آپ کی قبر پر جاتے رہے۔ اور آپ کے حق میں دعائیں مانگتے رہے۔ آپ کی وفات پر بہت سے فضلاء نے مرثیے اور قصائد لکھے۔ اور آپ کے مناقب بیان کئے۔ اللّٰھم الرحمہُ +

شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر

المعروف بامام ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت و تحصیل علم و کمالات و ثناء علماء امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے علم حدیث تقی الدین سلیمان۔ ابو بکر عبدالدائم شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی شہاب نابلسی۔ فاطمہ بنت جوہر۔ عیسے مطعم ابن الشیرازی۔ اسماعیل بن مکتوم۔ اور دیگر اکابر علماء سے حاصل کیا آپ ہر فن میں کامل مہارت اور پوری لیاقت رکھتے تھے۔ تفسیر۔ حدیث۔ تصوف۔ فقہ۔ اصول۔ لغت۔ ادب۔ منطق۔ فلسفہ اور

علم کلام وغیرہ جملہ فنون آن - منقول و معقول میں یکتائے زمانہ تھے
شریعت کے اسرار - اور قرآن شریف کے معارف اور تطبیق منقول
و معقول میں آپ کو خاص ملکہ تھا - حدیث نبوی کی بغایت تعظیم
کرتے اور سلف صالحین کی ، خلاف ورزی نہ کرتے - آپ کی وسعتِ
علم اور سیلانِ ذہن اور قوتِ حافظہ اور دقتِ تمیز اور حق گوئی میں
جرأتِ قلبی ایسی مشہور و مسلم ہے کہ محتاج بیان نہیں - امام ابن
تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت آپ پر بہت غالب تھی - اور حتی الوسع
اُن کے قول کی تائید کے دلائل بیان کرتے - چنانچہ اپنی تصانیف
میں اکثر جگہ بہت فخر سے اُن کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے
ہیں - علاوہ اس قدر عالم متبحر ہونے کے آپ عابد و متقی بھی پرلے
درجے کے تھے - نماز میں آپ کو عجیب لطف آتا اور بہت دراز پڑھتے
رکوع - سجود - بہت خشوع و خضوع سے کرتے - تہجد و تلاوتِ قرآن
اور اذکار و تدریس و تصنیف میں دن رات گزارتے - تواضع و انکساری
سے بھی آپ کو ایک خاص حصہ ملا تھا - علمائے زمان اُن کی شاگردی
پر فخر کرتے - اور آپ کو بغایت معظم جانتے - آپ کے بعد کے علماء
ان کی تصانیف و تحقیق کو ایک گوہر بے بہا اور نعمت بے بدل جانتے
رہے اور جانتے ہیں - کئی بار حج کیا - اور بہت بہت مدت تک مکہ
شریف میں اقامت کرتے رہے - آپ کی کثرتِ عبادت اور طواف
سے مکہ شریف کے لوگ تعجب کرتے - آپ کو علم اور کتابوں سے بہت
محبت تھی - تحقیق و نصرتِ حق کے سبب کئی دفعہ ایذا دئے گئے -
چنانچہ ایک دفعہ نہایت اہانت و شتر سواری اور منزلتے دُرّہ کے بعد

اپنے استاد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک ہی قلعہ میں الگ کر کے قید کئے گئے۔ اس عرصہ میں قرآن شریف کی تلاوت اور اس میں تدبر و تفکر کو لازم پکڑے رکھا۔ اور اسقدر فتوحات اور فیضان جاری ہوئے۔ اور ایسا وجدِ صحیح اور ذوقِ سلیم عطا ہوا۔ کہ اہل معارف کے علوم اور اُن کے حقائق میں آپ کو کامل دسترس ہوگئی۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ نماز فجر کے بعد اپنی جگہ ہی پر بیٹھے بیٹھے آفتاب کے بلند ہونے تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ ذکر میری غذا ہے۔ اگر نہ کروں تو میرے اعضا اور قویٰ ساقط ہوجائیں۔ غرض جملہ کمالات علمی و عملی میں اپنے زمانہ کے علماء میں ممتاز تھے۔

تصانیف آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ اور وہ بہت مفید اور مقبول ہیں۔ آپ کے بعد ہر زمانہ کے فضلاء آپ کی تحقیق کے محتاج و پیرو رہے ہیں۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد آپ کی تصانیف میں سے ایک ایسی کتاب ہے۔ جسے صحاح ستہ یا سنت نبویہ کی شرح کہنا چاہئے۔ اس میں وہ سب کام بیان کئے ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شب و روز کیا کرتے تھے۔ اور کمال یہ ہے کہ تحقیق حق کے بعد ساتھ ساتھ اُن امور کی علتیں اور حکمتیں اور اسرار بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح اعلام الموقعین عن رب العالمین بھی آپ کی تصانیف میں سے ایک ضخیم اور نافع و نہایت مقبول ہے۔ اس میں اجتہاد و تقلید کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور جن احادیث کے متعلق بعض علماء کو یہ تردد ہوا ہے کہ وہ قیاس (فقہی) کے خلاف

ہیں۔ اُن کو موافق قیاس ثابت کیا ہے۔ اور ظاہر کیا ہے۔ کہ ان کے اپنے قیاس میں مفقود ہے۔ اخیر میں وہ سب احادیث بیان کی ہیں جنمیں یہ مذکور ہے کہ فلاں شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا۔ اور آپ نے اُس کے جواب میں یہ فرمایا۔ اور اس حصہ کا نام **فتاوی امام المفتین ورسول رب العالمین** رکھا ہے۔ تبیان فی اقسام القرآن۔ یعنے قرآن شریف میں جہاں کہیں کسی قسم کا ذکر ہے اُس کی حکمت اور جوابِ قسم سے اُس کی مناسبت بیان کی ہے۔ بہت عجیب و مفید کتاب ہے۔ یہ عاجز مکہ شریف سے اس کے چند نسخے خرید کر اہل علم احباب کے لئے بطور تحفہ لایا تھا۔

قصیدہ نونیہ جس کا نام الشافیہ الکافیہ فی الانتصار للفرقۃ الناجیہ ہے اہل بدعت مشبہین و معطلین وغیرہ کی تردید میں ہے۔ اس میں قریباً سات ہزار شعر ہیں۔ اور سب کے اخیر میں الف نون ہے۔ اسلئے اسے قصیدہ نونیہ کہتے ہیں۔ اس میں عمل بالسنت کی ترغیب اور صحیحین کی تعریف بھی کی ہے۔ جن میں سے چند شعر یہ ہیں:۔

يَا مَنْ يُرِيدُ نَجَاتَهُ يَوْمَ الحِسَا	**ترجمہ** اے وہ شخص جو حساب کے دن دوزخ
بِ مِنَ الجَحِيمِ وَمُوقِدِ النِّيرَانِ	اور آگ کے شعلہ سے نجات چاہتا ہے
اِتَّبِعْ رَسُولَ اللهِ فِي الأَقْوَالِ وَالْ	رسول اللہ کی پیروی کر آپکے سب اقوال اور
أَعْمَالِ لَا تَخْرُجْ عَنِ الْقُرْآنِ	اعمال میں۔ اور قرآن سے باہر نہ نکل
وَخُذِ الصَّحِيحَيْنِ الَّذَيْنِ هُمَا	اور صحیحین (صحیح بخاری و مسلم) کو جو دین و ایمان
لِعَقْدِ الدِّينِ وَالإِيمَانِ وَاسِطَتَانِ	کی لڑی کی امام ہیں لازم پکڑے رکھ۔
. . . . . .	. . . . . .

وَاقْرَءْ هُمَا بَعْدَ التَّجَرُّدِ مِنْ هَوًا
وَتَعَصُّبٍ وَحَمِيَّةِ الشَّيْطَانِ
وَاجْعَلْهُمَا حَكَمًا وَلَا تَحْكُمْ عَلَى
مَا فِيهِمَا أَصْلًا بِقَوْلِ فُلَانٍ
وَاجْعَلْ مَقَالَتَهُ كَبَعْضِ مَقَالَةِ
الْأَشْيَاخِ تَنْصُرُهَا بِكُلِّ أَوَانٍ
وَانْصُرْ مَقَالَتَهُ كَنَصْرِكَ لِلَّذِي
قَلَّدْتَهُ مِنْ غَيْرِ مَا بُرْهَانٍ
قَدْرُ رَسُولِ اللهِ عِنْدَكَ وَحْدَهُ
وَالْقَوْلُ مِنْهُ إِلَيْكَ ذُو تِبْيَانٍ
مَاذَا تَرَى فَرْضًا عَلَيْكَ مُعَيَّنًا
إِنْ كُنْتَ ذَا عَقْلٍ وَذَا إِيمَانٍ
عَرْضَ الَّذِي قَالُوا عَلَى أَقْوَالِهِ
أَوْ عَكْسَ ذَاكَ فَذَانِكَ الْأَمْرَانِ
هِيَ مَفْرِقُ الطُّرُقَاتِ بَيْنَ طَرِيقِنَا
وَطَرِيقِ أَهْلِ الزَّيْغِ وَالْعُدْوَانِ

اور اُن کو خواہش نفسانی اور تعصب وحمیت شیطانی سے الگ ہو کر پڑھ اور اُن کو حکم بنا اور کسی دوسرے کے قول سے اُسپر جو اُن میں ہے حکم نہ کر اور رسول اللہ صلعم کے قول کی تائید اسطرح کر جسطرح تو اپنے بزرگوں کے اقوال کی ہر وقت تائید کرتا رہتا ہے اور اُنکے قول کی نصرت اسطرح کر جسطرح اس شخص کی کرتا ہے جسکی تقلید تونے بغیر کسی دلیل لے کی ہے صرف رسول اللہ صلعم کو اپنے ذہن میں ذرا بعد رکھ جنکی مخصوص گفتار اور اُنکی تعلیم تجھکو ظاہر پہنچ چکی ہے تو اپنے آپ پر کس امر کو فرض و معین جانتا ہے اگر تو صاحب عقل اور اہل ایمان ہے تو بتا دے کہ آیا جو کچھ دیگر لوگوں نے کہا ہے اُسے رسول اللہ صلعم کے قول پر پیش کرکے پرکھنا چاہئے۔ یا برعکس اسکے یہ دو ہی امر ایسے ہیں (نصرت وحمایت سنت) ہمارے اور اہل بدعت کے طریق میں فرق کی بات ہے۔

اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو الفرقۃ الجہمیہ۔ کتاب الروح۔ یہ سب مذکور کتابیں مطبوع ہیں۔ اور بفضل خدا اس عاجز کے پاس موجود ہیں ان میں سے تین پہلی خاص طور پر اکثر زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ کتاب جلاء الافہام فی ذکر الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام۔ درود شریف کے متعلق ایک مستقل اور مبسوط کتاب لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ اردو مطبع روز بازار امرتسر میں

طبع ہو چکا ہے۔ عجیب لطف کی کتاب ہے۔ شرح اسماء حسنے۔ اس میں اسماء الٰہی کی شرح کی ہے اور اس میں ایسے ایسے فوائد اور نکات بیان کئے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا حیرت کے دریا میں ڈوب جاتا ہے۔ کتاب سفر الہجرتین و باب السعادتین تصوف میں ہے مصر میں آپکی کتاب غاثۃ اللہفان کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔ حکم تارک الصلوٰۃ۔ اس میں بے نماز کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے۔ نصاریٰ کی تردید میں بہت کچھ بہت بسط سے لکھا ہے۔ اُن کے جواب میں جوابات عابدی الصلبان نام کی کتاب بھی لکھی ہے۔ مخالفین کی تردید میں آپ کا علم دریا کی طرح موجزن نظر آتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں ایک بات عجیب ہے کہ علاوہ اصل مقصود اور مضمون کے اس کے متعلق دیگر کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور علمی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ چونکہ آپ کا علم بہت وسیع ہے۔ اور ہر فن میں تبحر وافر ہے اس لئے جو کچھ بیان کرتے ہیں اُس کے متعلق اس کثرت سے نظائر اور شواہد لکھتے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا وسعتِ نظر اور سُرعتِ ذہن اور باریک بینی کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ کتاب امثال القرآن۔ قرآن شریف میں جو امثال بیان ہوئی ہیں اُن کی شرح کی ہے۔ الدآء الدواء بیماری اور قرآن اور حدیث سے اس کے علاج میں ہے۔ المسائل الطرابلسیہ تین جلدوں میں ہے۔ الفتح القدسی۔ التحفۃ المکیہ۔ کتاب الطاعون۔ الصراط المستقیم لاحکام اہل الجحیم۔ نزہۃ المشتاقین و روضۃ المحبین۔ نقد المنقول والمحک الممیز بین المردود والمقبول۔ بدائع الفوائد دو جلدوں میں۔ اسی طرح اور بہت سی تصانیف ہیں۔ جن کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے۔ آجکل آپ کی

تصانیف دن بدن بہت رغبت و شوق سے چھپتی جاتی ہیں۔ اور اہل علم اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

وفات حسرت آیات آپ دمشقی ہیں اور آپ کی وفات عشاء کے وقت شب پنجشنبہ ۱۳ رجب ۷۵۱ھ کو ہوئی۔ نماز ظہر کے بعد جامع جراح میں آپ کا جنازہ پڑھایا گیا۔ اور باب صغیر کے مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کے جنازہ پر بھی بے شمار خلقت تھی۔ آپ کے متعلق بہت سے صلحاء نے نیک خواب دیکھے۔ اپنی وفات سے پیشتر اپنے پیارے اُستاد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کو خواب میں دیکھا۔ اور اُن سے اپنے مرتبہ کی بابت پوچھا۔ اُنہوں نے اشارہ کیا۔ کہ تمہارا مرتبہ بہت لوگوں کے اوپر ہے۔ اور کہا۔ انت کدت تلحق بنا ولکن انت الآن فی طبقۃ ابن خزیمۃ یعنی تم ہمارے ساتھ ملنے کے قریب ہو۔ لیکن اب تمہارا رتبہ ابن خزیمہ رح کے طبقہ میں ہے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

کلمات طیبات آپ کے کلمات طیبات میں سے بعض یہ ہیں۔ بِالصَّبْرِ وَالْفَقْرِ تُنَالُ الْاِمَامَةُ فِی الدِّیْنِ "یعنی دین کی امامت صبر اور فقر سے حاصل ہوتی ہے"۔ یہ عاجز کہتا ہے۔ کہ آپ کے اس قول کی تصدیق قرآن مجید میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا رب العزۃ نے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ (پ ۲۱ سورہ سجدہ) یعنی ہم نے بنی اسرائیل میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم کے موافق ہدایت کرتے تھے۔ جب تک کہ وہ صبر پر قائم رہے۔ اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے رہے"۔ اور نیز آپ یہ کہا کرتے تھے۔ لَا بُدَّ لِلسَّالِكِ مِنْ هِمَّةٍ تُسَيِّرُهٗ وَتُرَقِّيْهِ وَعِلْمٍ

یبُصِرُہٗ وَیَقدِیۃ۔ یعنے سالک کے لئے تھوڑی سی ہمت واستقلال جو اُسے مدارج ترقی پر پہنچائے ضروری ہے۔ اور نیز کچھ علم جو اُسے بینائی بخشے۔ اور راہ دکھائے"۔ بڑے بڑے فضلائے زمانہ کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ مجدالدین فیروز آبادی لغت کے امام اور قاموس کے مصنف بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارحم علماء امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔

خاتمۃ الحفاظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی المعروف بحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالے

نسب وولادت آپ قبیلہ بنی کنانہ میں سے تھے۔ ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں عسقلان میں جو بموجب ایک قول کے امام شافعی رح کا مولد ہے۔ پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپکے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ لہذا وہ شیخ صافیری کے پاس جو اکابر اولیاء کرام میں سے تھے گئے۔ شیخ نے فرمایا تمہاری پشت سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو تمام دُنیا کو علم سے بھر دیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اس بشارت کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت ہوئی +

تحصیل علم وبیان فضل وکمال۔ آپ نے تحصیل علم کے لئے کئی شہروں میں سفر کیا۔ چنانچہ مصر سے اسکندریہ میں گئے اور شام۔ قدس۔ حلب۔ حجاز اور یمن میں بھی خوب سیر کرکے علم سے سیر ہوئے۔ سب فنون میں کامل

مہارت حاصل کی۔ اور نظم و نثر میں پورے ماہر تھے۔ چنانچہ امام سیوطیؒ جو اسلام میں بہت بڑے مصنف مانے گئے ہیں۔ آپ کے ہمعصر اور آپ سے فیضیاب ہیں۔ فرماتے ہیں۔ تَعَلَّمَ الشِّعْرَ فَبَلَغَ فِیْہِ الْغَایَۃَ ثُمَّ طَلَبَ الْحَدِیْثَ فَسَمِعَ الْکَثِیْرَ وَ رَحَلَ وَ تَخَرَّجَ بِالْحَافِظِ اَبِی الْفَضْلِ الْعِرَاقِیِّ وَ بَرَعَ فِیْہِ وَ تَقَدَّمَ فِیْ جَمِیْعِ فُنُوْنِہٖ وَ انْتَھَتْ اِلَیْہِ الرِّحْلَۃُ وَالرِّیَاسَۃُ فِی الْحَدِیْثِ فِی الدُّنْیَا بِاَسْرِھَا فَلَمْ یَکُنْ فِیْ عَصْرِہٖ حَافِظٌ سِوَاہُ

"یعنے آپ نے فن شعر سیکھا تو اُس میں نہایت تک پہنچے۔ پھر علم حدیث کی طلب میں نکلے تو بہت مشائخ سے سماع کیا اور (مختلف بلادمیں) رحلت کی اور سفر کر کے حافظ ابی الفضل عراقی کی صحبت میں رہے۔ اور اس علم میں بھی زمانہ پر فوق لے گئے اور اپنے سب فنوں میں آگے نکل گئے۔ اور تحصیل علم کی رحلت کی انتہا آپ تک تھی۔ اور نیز ساری دُنیا میں علم حدیث کی سرداری (کا رجوع بھی آپ کی طرف تھا) پس آپ کے زمانہ میں آپ کے سوائے کوئی دوسرا حافظ (حدیث) نہ تھا۔"

علم حدیث میں آپ کا پایہ اسقدر بلند ہے کہ آپ کے بعد کے سب محدثین اور علم حدیث کے طالب آپ کے خوشہ چین اور آپ کی تصانیف سے فیض اُٹھانے والے اور آپ کی تحقیق کے محتاج رہے ہیں۔ آپ کے ہمعصر فضلاء بلکہ آپ کے اساتذہ آپ کی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان اور کثرتِ اطلاع کے قائل تھے۔ اور آپ کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے۔ علم حدیث کی طلب کے دنوں میں آپ کے عجیب عجیب واقعات ہیں۔ آپ کی طبیعت بہت ذہین اور حافظہ نہایت قوی تھا۔ آپ تین

کاموں میں سے کسی نہ کسی کام میں ضرور مشغول رہتے تھے۔ مطالعہ یا تصنیف یا عبادت۔ دمشق میں آپ نے قریباً دو ماہ اقامت کی۔ اور اس مدت میں علم حدیث میں سے ایک سو جلد لوگوں کو سنائی۔ اور فیض بخشا۔ کمال یہ کہ تصنیف کا شغل عبادت اور دیگر ضروریات کا بہم پہونچانا اس کے علاوہ ہوتا۔ آپ کو فن شعر میں بھی نہایت کمال تھا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ چنانچہ آپ نے کسی دوست کی درخواست سے اپنے اشعار میں سے ایک دیوان مرتب کیا جس میں سات انواع کے شعر ہیں۔ ان میں سے پہلا قصیدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اور آپ ؐ کے سوز و فراق میں کہا ہے۔ اس کا شروع اس طرح ہے:-

	(ترجمہ)
لَوْ أَنَّ عُذَّالِي لِوَجْهِكَ أَسْلَمُوا	اگر میری ملامت کرنیوالے آپ کے چہرے کے جمال سے سلامت رہتے
لَرَجَوْتُ أَنِّي فِي الْمَحَبَّةِ أَسْلَمُ	تو میں امید کرتا کہ میں بھی آپکی محبت میں سلامت رہونگا
كَيْفَ السَّبِيلُ لِكَتْمِ أَسْرَارِ الْهَوَى	محبت کے راز چھپانے کی کونسی راہ ہے
وَلِسَانُ دَمْعِي بِالْغَرَامِ يُتَرْجِمُ	جبکہ میرے آنسوؤں کی زبان محبت کا ترجمہ کر رہی ہے
لَامَ الْعَوَاذِلُ كُلَّ صَادٍ لِلِّقَاءِ	ملامت کنندگان نے دیدار کے ہر خواہشمند کو ملامت کی
وَمَلَامُهُمْ عَيْنُ الْخَطَا إِنْ يَعْلَمُوا	اگر وہ جانیں تو اُن کی ملامت عین خطا ہے
لَمْ يَعْلَمُوا عَنِ الْهَوَى لٰكِنَّهُمْ	اُن کو معلوم نہیں کہ یہ کس کی محبت کا شیدائی لیکن
لَامُوا لِعِلْمِهِمْ بِأَنِّي مُغْرَمٌ	انہوں نے صرف اسلئے ملامت کی کہ میں عاشق ہوں
لَامُوا وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُ مَا	انہوں نے اس امر پر ملامت کی جسکی حقیقت انکو معلوم نہیں ہوئی
لَامُوا عَلَيْهِ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَفْهَمُوا	اس لئے کہ انہوں نے اسے سمجھا نہیں۔

.. ..

اِنْ اَبْرَمُوْنِیْ بِالْمَلَامِ فَاِنَّ لِیْ صَبْرًا سَیَنْقُضُ کُلَّ مَا قَدْ اَبْرَمُوْا	اگر انہوں نے میری ملامت کا پختہ قصد کر لیا ہے تو مجھ میں بھی ایسا صبر ہے - جو اُن کے کل قصدوں کو توڑ دیگا
مَا شَاهَدُوْا ذٰلِكَ الْجَمَالَ وَقَدْ بَدَا فَاَنَا الْاَصَمُّ عَنِ الْمَلَامِ وَهُمْ عَمُوْا	انہوں نے اس جمال کا مشاہدہ نہیں کیا حالانکہ وہ ظاہر ہو چکا ہے پس میں تو ملامت کے سننے سے بہرہ ہوں اور وہ اندھے ہو گئے ہیں - (کہ بن دیکھے ملامت کے تیر برساتے ہیں)

یہ مضمون اسی درد و سوز سے برابر چلا جاتا ہے حتیٰ کہ غلبۂ شوق میں آ کر کہا

یَا مَنْ لَّهٗ سُنَنٌ وَّاٰثَارٌ اِذَا تُلِیَتْ یَرَی الْاَعْمٰی وَیَغْنِی الْمُعْدِمُ

یعنے اے وہ (رسول پاک صلعم) جسکی سنتیں اور آثار ایسی ہیں کہ جب پڑھی جائیں تو اندھا دیکھنے لگتا ہے - اور نادار غنی ہو جاتا ہے "

پھر اس کو آپ پر درود پڑھنے پر ختم کیا ہے اور کہا ہے :-

ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَی النَّبِیِّ فَاِنَّهٗ یُبْدٰی بِهِ الذِّکْرُ الْجَمِیْلُ وَیُخْتَمُ

یعنے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہو - کیونکہ آپ ہی سے ذکر جمیل شروع ہوتا ہے اور آپ ہی پر ختم ہوتا ہے -

تصنیفات آپ نے چھوٹی بڑی ڈیڑھ سو کتاب لکھی - اور اکثر تصانیف علم حدیث کے متعلق ہے - اور وہ سب مفید اور نافع اور مقبول ہیں - سب سے زیادہ مفید فتح الباری شرح صحیح بخاری ہے - جس کا ذکر امام بخاری علیہ الرحمۃ کے حال میں گزر چکا ہے - علم حدیث کے متعلق اسلامی کتب خانہ میں یہ کتاب سب سے زیادہ قابل قدر ہے - اس کتاب پر یہ مثل بالکل صادق ہے کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَا اور نیز ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں ۔ آپ کی تصانیف ایسی نافع و مقبول ہیں کہ ان کے بعد کے علماء نے آپ سے پہلے علماء کی تصانیف کو کچھ ضروری نہیں سمجھا - چنانچہ نخبۃ الفکر

اصول حدیث میں ایک متن لکھا۔ اس میں یہ کمال کیا ہے۔ کہ الفاظ عدیدہ میں علم حدیث کے سب اصول بیان کئے ہیں۔ پھر خود ہی نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر اس کی شرح لکھی۔ اور اس میں یہ کمال کیا ہے کہ متن اور شرح کی عبارت کو صنعت مزج سے ایسا ممزوج کر دیا ہے کہ متن و شرح کی عبارت ایک ہوگئی ہے یہ کتاب نصاب درسی میں مقرر ہے۔ اور اسنے متقدمین کے رسائل اصولیہ سے مستغنے کر دیا ہے۔ اسی طرح اسماء الرجال کے متعلق تقریب التہذیب لکھی۔ اور اُس میں ایسا کمال کیا۔ کہ اُس نے بھی پہلی کتابوں کو بھلا دیا۔ گو اس کتاب میں بہت مختصر بیان ہے۔ مگر اس اختصار میں اسقدر بیان ہے جو بعض مطولات میں نہیں۔ اس کی باریکیاں سمجھنے کے لئے اس کا پہلا صفحہ جو بطور مقدمہ کے ہے زیر نظر رکھنا چاہئے۔ پھر بطعن دیکھنے جائیے کہ گنتی کے الفاظ میں کس قدر مطالب ذکر کئے ہیں۔

بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام۔ علم حدیث میں سے ایک مختصر اور معتبر کتاب ہے۔ اور درس میں داخل ہے۔ اس میں صحاح ستہ وغیرہا میں سے احادیث انتخاب کی ہیں۔ اور اُن کو ایسی ترتیب سے مرتب کیا ہے کہ بعیشتہ سے علمی نکات اور سوالات اور اعتراضات کو اُسی ترتیب میں حل کر دیا ہے اور ایسی جامع احادیث لکھی ہیں۔ جنسے مسائل متعلقہ کے اکثر عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ اس کتاب کی قبولیت اس درجہ تک ہے کہ اس کے زمانہ تصنیف سے آجتک علماء کی ہمتیں اس کی شرح اور اس کے اسرار کے ایضاح میں مصروف رہی ہیں۔ اسکی شروح میں سے سبل السلام تصنیف امام محمد بن اسماعیل امیر یمانی

بہت مفید اور قابل قدر ہے۔ اس عاجز کو اس متن اور اس شرح ہر دو سے بہت انس ہے۔ اور اکثر زیر مطالعہ رہتی ہیں۔

نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔ فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب ہدایہ میں جن احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ ان احادیث کا حال بیان کیا ہے۔ کہ صحیح ہیں یا ضعیف۔ مرفوع ہیں یا موقوف۔ اور انہیں کس امام نے روایت کیا ہے۔ گو مختصر ہے مگر مفید ہے۔

تلخیص الجبیر فی تخریج احادیث رافعی الکبیر۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ شافعی میں ایک کتاب وجیز نام لکھی۔ اسکی شرح امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اس شرح میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں تلخیص الجبیر میں حافظ ابن حجرؒ نے اُن کی تخریج کی ہے۔ اور اُن کے احوالِ صحت وضعف وغیرہ پر بحث کی ہے۔

توالی التاسیس فی مناقب محمد بن ادریس۔ اس کتاب میں امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مناقب ذکر کئے ہیں + یہ کتابیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں سب مطبوع ہیں۔ یہ ہیچمدان ان سے بہت فائدہ اٹھاتا رہتا ہے اسی طرح دیگر بہت سی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں مثلاً الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ۔ ہدایۃ الرواۃ فی تخریج احادیث المصابیح والمشکوٰۃ۔ نزہۃ السامعین فی روایۃ الصحابۃ عن التابعین۔ لباب فی شرح قول الترمذی وفی الباب احتفال ببیان احوال الرجال۔ طبقات الحفاظ۔ الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف۔ بذل الماعون فی فضل الطاعون۔ مناسک الحج وغیرہ وغیرہ۔

وفات حسرت آیات

ایسے متبحر عالم کا جس کے علم کی تمام دنیا محتاج ہو۔ اس عالم سے رحلت کر جانا ایک بڑا جانکاہ واقعہ ہے لیکن ان خادمانِ دین محمدی اور ناصرانِ سنت احمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشاعت سنت کی خدمت کے صلہ میں کچھ انعام واکرام بھی ہونا چاہئے۔ اور اُن کی نیک اور مخلصانہ کوششوں اور عملوں کی جزائے خیر بھی ملنی چاہئے اور اس تجارت کے لئے ملکِ جزا میں جانا اور بازارِ موت سے گزرنا ضروری ہے۔ اس لئے موت اِن مقبولانِ بارگاہ الٰہی کے لئے کامیابی کا ایک دروازہ ہے۔ گو دوسرے لوگوں کے لئے موجب حسرت وتاسف ہو۔ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ۔ یعنے کسی عالِم کی موت کل عالَم کی موت ہوتی ہے۔ اپنے معنوں میں بالکل سچا مقولہ ہے۔

آپ کی وفات شب شنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں قاہرہ دارالخلافہ مصر میں ہوئی۔ آپ کے جنازے پر بڑا اژدحام تھا۔ شاہِ وقت نے بذاتِ خود آپ کا جنازہ تبرکاً اُٹھایا۔ اور اس کے بعد سب امرآء۔ وزرآء اور رؤسا نے اُٹھا کر مزار تک پہنچایا۔ اور قرافہ صغریٰ میں مزار بنی الجنزولی کے متصل اس گنجِ **علم** کو دفن کیا۔ اور آپ کی وفات کے ساتھ ہی فن حدیث کا کمال بھی ختم ہو گیا۔ آپ کے جنازے پر بارش ہوئی حالانکہ موسم بارش کا نہ تھا۔ شاعرِ زمانہ شہاب منصوری بھی حاضر تھے اسیوقت یہ شعر پڑھ سنائے :۔

قَدْ بَكَتِ السُّحْبُ عَلٰى ‏ قَاضِى الْقُضَاةِ بِالْمَطَرِ
وَانْهَدَمَ الرُّكْنُ الَّذِى ‏ كَانَ مُشَيَّدًا مِنْ حَجَرِ

یعنے قاضی القضاۃ حافظ ابن حجرؒ پر بادل بھی روئے۔ اور وہ ستون

جو حجر (پتھر) سے پختہ کیا ہوا تھا۔ گر گیا"۔ ان شعروں میں دو خوبیاں ہیں اوّل یہ کہ بادلوں کو آپ کی موت پر رونے والوں کا ہمصفیر بنایا ہے۔ دوسری یہ کہ یہ جو کہا۔ کہ جو ستون حجر (پتھر) سے مشید تھا وہ گر گیا۔ اس میں آپ کے نام ابن حجر کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس رکن سے مراد علم حدیث ہے کہ آپ کے بعد حفظِ حدیث کا خاتمہ ہو گیا۔ اسی لئے آپ کو خاتمۃ الحفاظ کہتے ہیں۔ رحمہُ اللہ برحمتہ الواسعۃ۔

وھذا اٰخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا الباب من ذکر الفقہاء الکرام والمحدثین العظام لیکون تبصرۃ لکل لمن اراد ان یشاھد حسن النبوۃ المحمدیۃ التی ھدتھم الی المراتب العلیۃ المقامات الرفیعۃ وتذکرۃ لمن شاء ان یسلک مسلکھم فی اتباع السنۃ السنیۃ وارجو من اللہ ان یرزقنی بہ صلاحا فی الدنیا وان یجعلہ زادا وعدۃ لی فی الاٰخرۃ ھذا وقولہ۔ احب الصالحین ولست منھم۔ لعل اللہ یرزقنی صلاحا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوۃ والسلام علی انبیائہ اصحاب الاٰیات البینات خصوصا علی خاتمھم ومخصوصھم بالدرجات وعلی حزبہ من الاصحاب والاٰل والازواج والعلماء اولی الخیرات والبرکات۔

وانا المفتقر الی اللہ الکریم۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

فہرست

کتاب احکام المرام باحیاء مآثر علماء الاسلام

نمبر شمار	نمبر صفحہ	ذکر	نمبر شمار	نمبر صفحہ	ذکر
۱	۷	امام ابو حنیفہ رح	۱۳	۱۱۲	امام ابن ماجہ رح
۲	۱۸	امام مالک رح	۱۴	۱۱۳	امام دارمی رح
۳	۲۹	امام شافعی رح		۱۱۴	صحاح ستہ
۴	۴۶	امام احمد رح	۱۵	۱۱۴	امام دار قطنی رح
	۵۳	ائمہ اربعہ کی وصیت	۱۶	۱۱۶	امام بیہقی رح
۵	۵۸	امام ابو یوسف رح	۱۷	۱۱۹	امام طحاوی رح
۶	۶۲	امام محمد رح	۱۸	۱۲۱	امام نووی رح
۷	۶۵	امام عبداللہ بن مبارک رح	۱۹	۱۲۳	امام برہان الدین صاحب ہدایہ
۸	۷۶	امام بخاری رحمہ اللہ			
۹	۱۰۱	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	۱۲۶	امام ابن تیمیہ رح
۱۰	۱۰۵	امام ابوداؤد رح	۲۱	۱۳۷	امام ابن قیم رحمہ اللہ
۱۱	۱۰۸	امام ترمذی رح	۲۲	۱۴۴	خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
۱۲	۱۱۰	امام نسائی رح			

کتب مصنفہ حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

شہادت القرآن حصہ دوم

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو تیس آیات ازالہ اوہام میں وفات حضرت عیسیٰ کے متعلق بیان کی ہیں اُنکے تحقیقی جوابات۔ آجتک اس مضمون پر اس کتاب کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ قیمت ۸ر

سلم الوصول الی اسرار الرسول

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج جسمانی آسمانی کے ثبوت میں۔ اور دوسری کتاب نزول الملائکہ۔ ملائکہ کے انبیاء ؑ کے پاس زمین پر اُترنے کے ثبوت میں۔ یہ دونوں کتابیں بھی مرزا صاحب موصوف کے اعتقاد کی تردید میں ہیں۔ قیمت ہر دو ۶ر

عصمت النبی

قصہ تلک الغرانیق الخ کا ابطال اور عیسائیوں کے اعتراض کا جواب۔ یہ کتاب بھی اپنے مضمون میں بے نظیر ہے قیمت فی جلد ۲ر

المحقق

علوم وید پر محققانہ نظر کرکے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وہ الہامی نہیں۔ قیمت فی جلد ۲ر

اصلاح عرب

آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر ملک عرب کی حالت اور آپ کی اصلاح۔ قیمت فی جلد ۸ر

عصمت انبیاء

عیسائیوں کی کتاب "بیگناہ نبی" کا جواب قیمت ۸ر

تاریخ نبوی

آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری۔ قیمت فی جلد ۱۰ر

(محصولڈاک بذمہ خریدار)

"الہادی"

شہر سیالکوٹ

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (پ ۱۳۔ یوسف ع) یعنے
ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ اس لئے کوئی شخص اعلمیت کا دعویٰ
نہیں کر سکتا۔ ہاں اظہار حق کے خیال سے اتنا کہہ سکتا ہوں کہ خدا کی
توفیق سے رسالہ الہادی قرآن شریف کے سچے معارف اور بغیر
تاویل کے حقیقی مطالب بیان کرنے میں اُن سب رسالوں سے بڑھ کر
ہے جو میرے دیکھنے میں آئے۔ اور غالباً اور کوئی ہو گا بھی نہیں
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (پ ۲۸ جمعہ)

اس کی سالانہ قیمت حسب ذیل ہے

ہندوستان کے عام خریداروں سے .. ..

طلبا سے .. ..

ہندوستان سے باہر .. ..

ذی ثروت معاونین علاوہ شرح عام کے جو کچھ عطا فرما دیں +

جو صاحب دس روپے کے خریدار بنا کر قیمت وصول کرائیں انکو سال
بھر تک الہادی مفت دیا جاتا رہے گا +

المشتہر حافظ ... ایڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ